

اپنا سگاینگامہ

اشتیاق احمد



894

پکٹر کامران مرزا، آفتاب اور آصف کار علی کمپنا

MAHBOOB LIBRARY

4111, Main Road, Channaray,

Mahabubnagar-1

ایک رات کا ہنگامہ

اشتیاق احمد



مکتبہ باغ و بہار
مکتبہ بازار
اسلام پورہ

گزارش

مجله حقوق و حقوق

مکتبہ باغ و بہار کے لیے یہ میرا دسواں ناول ہے۔ جب تک اس وقت تک مختلف پبلشنگ اداروں سے میرے تقریباً پچاس ناول اور سو کے قریب چھوٹی بڑی کہانیوں کی کتابیں اور بیڑے کے قریب بیچوں کے رسائل میں کہانیاں شائع ہو چکی ہیں۔

اس کے علاوہ بیڑوں کے لیے بھی دو ناول شائع ہو چکے ہیں اور سو کے قریب افسانے۔ کتابیں، کہانیاں اور ناول جو شائع ہو رہے ہیں یا ہونے والے ہیں، ان کی تعداد بتانا میرے لیے بہت مشکل ہے۔ لیکن اس وقت تک شائع ہونے والی چیزوں میں میرے بیچوں کے ناولوں کو بہت پسند کیا گیا ہے اور خاص طور پر جاسوسی ناولوں کو زیر نظر ناول "ایک رات کا ہنگامہ" بھی جاسوسی ناول ہے اور صرف شروع کرنے کی بات ہے پھر آپ اسے رکھ نہیں سکیں گے۔ مکتبہ باغ و بہار کے لیے میرا آئندہ ناول — "موت کا خوف" ہوگا۔

فقط:

اشتیاق احمد۔

معین الحق

دو ہزار

سنگور پریس

چار روپے



آفتاب اور آصف نے کمرے کا دروازہ دھکیلا اور پھر دھکے
 دے گئے۔ کمرے میں کوئی موجود نہ تھا۔ پہلا خیال انہیں یہ آیا کہ کمرے میں جو
 کوئی بھی موجود ہے وہ گھر میں داخل کیے ہوا۔ فوراً ہی سبھ
 گئے کہ وہ کیسے داخل ہوا ہو گا۔ ابھی چند منٹ پہلے کامران مرزا کے
 دوست قاروقی صاحب آئے تھے۔ انہوں نے کامران مرزا کے بارے
 میں پوچھا تھا۔ وہ چند قدم گھر کے اندر آگئے تھے لیکن جب آفتاب
 نے انہیں بتایا کہ آبا جان تو دوسرے شہر گئے ہوئے ہیں تو وہ اچھے قدوس
 ہی لوٹ گئے تھے۔ یہ کہتے ہوئے کہ اگر کامران مرزا نہیں ہیں تو پھر
 وہ بیٹھ کر کیا کریں گے۔ انہیں واپس دروازے تک پہنچانے اور رخصت
 کرنے کے بعد وہ اپنے کمرے کی طرف آئے تھے۔ صاف ظاہر ہے کہ دروازہ
 تھوڑی دیر کے لیے کھلا رہ گیا تھا، اس دوران کوئی اندر داخل ہونے میں
 کامیاب ہو گیا تھا۔

ایک دم وہ ہمکس ہو گئے۔ کامران مرزا نے دوسرے شہر جاتے وقت
 ان سے کہا تھا کہ میری غیر حاضری میں گھر کا خاص خیال رکھنا۔ خاص طور پر

- لڑکی کے دشمن
- مقابلہ
- حملہ آور فزار
- لڑکی کا چچا
- سیاہ پوش
- جھڑپ ہو گئی
- دروازہ توڑ دو
- سیاہ پوش کی کہانی
- ایک دوستین
- فائل کاراز

پڑ میرے کمرے کی لوبے کی الماری کا۔ کیونکہ اس میں چند بہت ہی اہم چیزیں ہیں۔ جب آفتاب اور آصف نے یہ پوچھا کہ وہ کہاں اور کیوں جا رہے ہیں تو اس سوال کا جواب انہوں نے کوئی تسلی بخش نہیں دیا تھا۔ انہوں نے گھر کا خیال رکھنے والی بات کو حیران ہو کر سنا تھا۔ کیونکہ اس سے پہلے وہ جب بھی کہیں شہر سے باہر گئے تھے، اس قسم کی کوئی بات انہوں نے نہیں کہی تھی۔

نیم تاریک کمرے میں وہ جو کوئی بھی تھا، کمرے کے کونے میں،
 وہ بٹکا ہوا تھا اور اس میں صرف ایک سائے سائے کی طرح نظر آ رہا تھا۔
 ”خبردار — تم جو کوئی بھی ہو، اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔“
 آفتاب نے گرج دار اونچی آواز میں کہا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ آواز اس
 کی آلی کے کانوں تک بھی پہنچ جائے اور وہ بھی خبردار ہو جائیں۔
 سائے نے کوئی جواب نہ دیا۔ سوچ آصف سے چند قدم کے
 فاصلے پر تھا۔ اس نے تیزی سے آگے بڑھ کر سوچ کو بادیا۔ دوسرے
 ہی لمحے وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

وہ ایک دلکش تھی — تیرہ چودہ سال کی عمر ہی ہوگی، اس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا رکھا تھا اور کھڑی تھرتھرا کر کانپ رہی تھی —

”کون ہو تم۔“ مجھے مت مارو۔ مجھے مت مارو۔ ”ٹٹکی
کلمہ خوفزدہ اور کپکپاتی آواز ان کے کانوں سے مکاری۔ یوں لگتا تھا

جیسے اس کی جان نکلی جا رہی ہو۔

”ہم تمہیں مار کب رہے ہیں۔ ہم تو صرف یہ پوچھ رہے ہیں کہ تم کون ہو اور یہاں کس طرح پہنچ گئیں۔“ آفتاب نے کہا۔
 ”وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ دراصل۔۔۔“ لڑکی ہلکا کر رہ گئی۔
 ”ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ تمہاؤں۔۔۔ کبیرہ نہیں۔۔۔ ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں۔“

"ہم۔ میں۔ میں۔ لڑکی پھر بھی کچھ نہ کہہ سکی۔"
 "اس وقت شہناز بیگم نے اندر داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔"
 "کیا بات ہے۔ آفتاب تم کیوں چلائے تھے۔"
 "جی۔ یہ لڑکی۔ آفتاب کے منہ سے لکلا۔"
 "لڑکی۔۔۔ کیا مطلب؟ شہناز بیگم چوکی۔ اب اب۔"
 "نظر لڑکی پر پڑی اور وہ بھی حیران رہ گئیں۔"
 "لڑکی تم کون ہو۔ جلد بتاؤ۔" انہوں نے اسے گھور کر کہا۔

وہ — وہ مجھے مار ڈالیں گے — آپ — آپ اپنے گھر
کے دروازے بند کر لیں۔ اس نے خوفزدہ انداز میں کہا۔
نہیں! کوئی نہیں آ سکتا۔ تمہیں جو کہنا ہے، کہہ ڈالو۔ وہ

رن میں جرت نہیں جو ان سے مار ڈالنا چاہتے ہیں۔
فتا بد نے پوچھا۔

”میں کہتی ہوں، پہلے دروازے بند کر دو۔“
 ”اچھی بات ہے۔ اگر تمہارا اطمینان اس طرح ہو سکتا ہے
 تو یونہی رہی۔ میں ابھی دروازے اور کھڑکیاں بند کر کے
 آتا ہوں۔“ آفتاب نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔
 چند منٹ بعد اس کی واپسی ہوئی۔ اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے
 کہا۔

”تمام دروازے اور کھڑکیاں بند کر چکا ہوں۔ اب کوئی پرندہ
 بھی پر نہیں مار سکتا۔“
 ”یہ تو خیر غلط ہے۔“ آصف کے منہ سے نکلا۔
 ”کیا غلط ہے۔“ آفتاب نے چھٹک کر پوچھا۔
 ”یہی کہ پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔ پرندوں کو بھلا چارے
 سے کون روک سکتا ہے۔ وہ تو جیسا چاہیں مدھن دان میں
 سے ہی اتر آ سکتے ہیں۔“ آصف کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔
 ”وہ کیا امی جان۔“ آفتاب شہناز بیگم کی طرف مڑا
 روزانہ مذاق میں کیا کرتا ہوں اور یہ حضرت نامک چڑھایا کرتے ہیں
 آج انہیں بھی نرگس لگام ہوا ہے۔“ آفتاب نے آصف کو
 گھورا۔

”میں میڈلک نہیں کر مجھے نرگس لگام ہو جائے۔“ آفتاب نے بولی
 ”تو پھر سن لو۔ یہ مذاق کا وقت نہیں ہے۔“ آفتاب چھٹک کر

”میں نہیں جانتی وہ کون ہیں۔ وہ میرے گھر میں مجھے مار
 کے لئے داخل ہوئے تھے، لیکن شاید میری قسمت اچھی تھی یہ
 وہاں سے بھاگ نکلنے، میں کامیاب ہو گئی۔“
 ”تفصیل سے بتاؤ۔“ آصف نے بڑا سامنے بنا کر کہا۔
 ”پہلے آپا ٹوگ دروازے بند کر لیں۔ وہ یہاں حضور مین
 گئے۔“ لڑکی بولی۔

”نکر نہ کرو۔ اگر وہ یہاں پہنچ بھی گئے، تو بھی تمہارا
 بگاڑ سکیں گے، ہم ان سے سمجھ لیں گے۔“
 ”آپ سمجھ لیں گے لڑکی کے لیے میں حیرت تھی۔“
 ”ہاں کیوں نہیں۔ کیا بات ہے۔ کیا تمہارے خیال میں
 ہم ان سے مار کھا جائیں گے۔“

”وہ چار ہیں اور پورے جوان۔ ہٹے کٹے۔ خوفناک شکل
 اور صورت والے۔ اور آپ دونوں صرف پندرہ سولہ سال
 کی عمر کے لڑکے۔ آپ کا اور ان کا بھلا کیا مقابلہ۔“ پہلے
 مرتبہ لڑکی کے منہ پر ہلکی سی مسکراہٹ نظر آئی، لیکن پھر فوراً
 غائب ہو گئی۔ شاید اسے اپنے اڈپر ٹوٹنے والی مصیبت یاد
 آگئی تھی۔

”یہ تم اس لئے کہہ رہی ہو کہ تمہیں نہیں معلوم کہ کون ہیں۔“
 آفتاب مسکرایا۔

”بہت اچھا — سن لیا —“ آصف پھر مسکرایا۔
 ”تم دونوں بحث کرنے لگے اور اس بیچاری کو بھول گئے۔“
 شمشہار بیگم نے بڑا سائنہ بنا کر کہا۔
 ”پھر وہ کہاں گئے؟“ انٹی بس فرما زبان پھیل گئی تھی۔
 آصف بولا۔

”اچھا چھوڑو۔“ آؤ بیٹی۔ ہم اطمینان سے بیٹھ کر باتیں کریں گے۔
 ”چھوڑ دیا۔ چلو بھئی۔ ارے۔ باتیں۔ مگر۔“
 آصف کے منہ سے نکلا۔

”ارے۔ باتیں۔ مگر۔ یہ کیا بات ہوئی۔“
 سوئی جلد سے یا حرفِ عدت یاد کر رہے ہو۔“
 آفتاب نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔
 ”یہ اندوگراٹر کا پیر میڈ نہیں۔“ آصف نے بڑا مان کر کہا۔
 ”ہاں امیک تو ہے۔ یہ تو جاسوسی کا پیر میڈ ہے۔“
 جس کی کلاس نام طور پر سکول کی بجائے گھر میں لگتی ہے۔“
 آفتاب مسکرایا۔

”اب آپ خود ہی دیکھ لیں انٹی۔ مذاق میں کر رہا ہوں۔“
 آصف بولا۔

”شروع تو تم نے ہی کیا تھا۔“ آفتاب مسکرایا۔
 ”میں تنگ آ گئی ہوں تم دونوں سے۔“

شمشہار بیگم جھلا اٹھیں۔

”تو انٹی۔ اب ہم کہاں چلے جائیں۔ میرے تو آؤ بھی
 یہاں نہیں ہیں کہ ان کے پاس ہی چلا جاؤں گا۔“ آصف
 نے شریر انداز میں کہا۔

اس کے والد بہت عرصہ پہلے دوسرے ملک چلے گئے تھے
 اور وہی تجارت کرنے لگے تھے۔ کبھی کبھی آصف سے
 ملنے آ جاتا کرتے تھے۔ وہ کامران مرزا کے دوست تھے
 اور اپنے بیٹے کو ان کے پاس چھوڑ گئے تھے۔ وہ اسے اپنے
 ساتھ نہیں لے گئے تھے ان کا خیال تھا کہ آصف کی پرورش
 مغربی ماحول میں نہیں ہونی چاہیے۔ یہی وجہ تھی کہ اب
 آصف ان کے ساتھ ہی رہتا تھا۔

”اگر تمہارا مذاق ختم نہیں ہو سکتا تو تھوڑی دیر کے لئے پائیں۔
 باغ میں چلے جاؤ۔ میں اتنی دیر میں اپنی بیٹی کی کہانی سن
 لوں گی۔“

”لیکن انی۔ یہ کہانی تو ہم بھی سننا چاہتے ہیں۔“
 آفتاب نے کبر کر کہا۔

”تو پھر سنجیدگی اختیار کرو۔“
 ”جی بہت اچھا۔“ لوبھی آصف۔ اب تم دو گز چلاؤ
 نہیں کرو گے۔“ آصف نے خوش ہو کر کہا۔

”مگر کب تک — آخر ہم مذاق کیے بغیر زیادہ عرصے تک تو رہ نہیں سکتے۔“ آفتاب بولا۔

”کم از کم اس وقت تک — جب تک کہ یہ اپنی کہانی نہ سن لیں۔“ آصف نے کہا مہر چڑکا سنا۔

”اور تم نے بتایا نہیں — تمہارے منہ سے اسے — بائیں مگر کیوں نکلے تھے۔“

”ارے بائیں مگر نکلے تھے — کوئی مگر نہ تو نہیں نکلے تھے۔“ آصف سے رہا نہ گیا۔

”لیجئے آئی — یہ ہانڈ آئے ہیں۔“ آفتاب نے جڑا سا منہ بنا کر کہا۔

”بات دراصل یہ ہے کہ انہوں نے ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا۔“

”اوہ ہاں — اس کا تو خیال ہی نہیں رہا — واقعی یہ ضروری ہے کہ سب سے پہلے ہمیں ان کا نام معلوم ہونا چاہیے۔“

”میرا نام سلمیٰ دراب خان ہے۔“

”کیا! آصف اور آفتاب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔“

ان کے چہروں پر ہلکی حیرت نظر آئی۔ شبناز بیگم نے حیران ہو کر ان دونوں کو دیکھا اور ابھی۔ وہ کچھ کہتے ہی والی تھیں کہ

”یقیناً یہی دوست دروازے کی گھنٹی زور سے پی اور پھر بجتی ہی چلی گئی

مقابلہ

چند لمحوں کے لئے وہ بتوں کی مانند کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔
درباب خان کا نام سن کر وہ دنگ رہ گئے تھے اور عین اسی وقت بجنے والی گھنٹی کی آواز نے انہیں سن کر دیا تھا۔ دراب خان بہت مشہور آدمی تھا۔ افریقہ میں ربڑ کے جنگلات کا مالک تھا لیکن رہتا اپنے ملک میں ہی تھا۔ سارا کام اس کے ملازم کیا کرتے۔ وہ کچھ دنوں وہ اچانک دل کی حرکت بند ہونے کی وجہ سے مر گیا تھا۔ عام لوگوں کا خیال یہ تھا کہ اسے کسی نے زہر دیا ہے۔ لیکن ڈاکٹر نے تصدیق کر دی تھی کہ موت ہارٹ فیل ہونے کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اس کے باوجود لوگ یہ کہتے تھے کہ ضرور ڈاکٹر کو بہت بڑی رشوت دی گئی ہے اور اس نے غلط سرٹیفکیٹ دے دیا ہے۔ لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ یہ سارا کام دراب خان کے چھوٹے بھائی تراب خان نے کیا ہے تاکہ اپنے بھائی کی ساری جائیداد اور ربڑ کے جنگلات کا مالک بن سکے۔ کچھ لوگ اگر یہ سوال اٹھاتے کہ دراب خان کی لڑکی بھی تو موجود ہے تو اس سوال کے جواب میں بھی کہا جاتا ہے کہ اسے بھی تراب خان بہت جلد ٹھکانے لگا دے گا۔ بہت دنوں سے شہر

میں اس واقعے پر فرائیں پھیل رہی تھیں۔

اور اس وقت اسی دروازے پر کون کے ساتھ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ یہ نام سن کر چونک اٹھے تھے لیکن اس وقت مسئلہ تھا یہ معلوم کرنا کہ دروازے پر کون ہے۔

”کیا خیال ہے آصف دروازے پر کون ہو سکتا ہے۔“

”ہو سکتا ہے۔ یہ وہی لوگ ہوں جو سلمیٰ کا پیچھا کر رہے تھے۔“

”پھر۔۔۔ اب ہم کیا کریں۔“

”آؤ۔۔۔ پہلے دروازے پر جا کر معلوم کرتے ہیں۔“

”ٹھیک ہے۔۔۔ ائی جان۔۔۔ آپ سلمیٰ کو کس ایسی جگہ چھپا دیں

کہ اسے تلاش نہ کیا جاسکے۔“ آفتاب بولا۔

”اچھی بات ہے۔۔۔ تم جاؤ۔۔۔ شہناز بیگم بولیں۔“

دونوں دروازے پر آئے۔ گھنٹی اب رگ گئی تھی۔ آفتاب نے

پر سکون لیجے میں پوچھا۔

”کون؟“

”تار والا۔۔۔ باہر سے آواز آئی۔“

تار والا سن کر ان کے چہروں پر اطمینان دوڑ گیا۔ وہ سمجھ گئے کہ

مزدور کھان میں مرزا نے انہیں تار چھپا ہوا تھا۔ انہوں نے دروازہ کھول

دیا تو دیکھ کر ہر کسی طرح چونکے۔ دروازے پر چار لمبے تار لگے جو جوان

کھڑے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں پستول تھے۔ چہروں پر دزدگی

کا راج تھا۔ رنگ ڈھنگ بالکل بد معاشوں جیسا تھا۔

”کون ہو تم۔۔۔ آصف نے بلند آواز میں کہا تاکہ اندر آفتاب کی

افنی ہو شیار ہو جائے۔“

”لڑکی کو ہمارے حوالے کر دو۔“

”لڑکی۔۔۔ کونسی لڑکی؟“ آفتاب کے منہ سے حیرت زدہ انداز

میں نکلا۔

”ابھی کچھ دیر پہلے ہی اس گھر میں داخل ہوئی ہے۔“ ان میں

سے ایک بولا۔

”تمبارا دماغ تو نہیں چل گیا؟“ آصف نے بھٹا کر کہا۔

”ابھی تو نہیں چلا۔ البتہ تمبارا ضرور بہت جلد چل جائے گا۔“ وہی بولا

”کیا مطلب؟“

”اگر تم نے ایک منٹ کے اندر اندر لڑکی کو ہمارے حوالے نہ کیا

تو ہم بہت برسی طرح پیش آئیں گے۔“

”ارے مگر۔۔۔ تم کس لڑکی کی بات کر رہے ہو؟“ آصف نے برا

سامنے بنایا۔

”ہم اس کا پیچھا کر رہے تھے، اچانک وہ اسی گھر میں مڑ کر غائب

ہو گئی۔ گاہ میں سب سے پہلا مکان تم لوگوں کا ہے۔ اس لئے ہمارا خیال

ہے کہ وہ ضرور اسی مکان میں گھس گئی ہوگی۔“

”تمبارا خیال غلط ہے۔“

” تو پھر ہمیں مکان کی تلاشی لے لیے دو۔ اس پستول والے نے کہا۔
 ” مگر کیوں۔ اس کے لئے پہلے تمہیں وارنٹ حاصل کرنے ہونگے۔
 ” ہم ان پابندیوں کے عادی نہیں، اس نے اکثر کر کہا۔
 ” جو سکتا ہے وہ گلی کے کسی اور مکان میں گھس گئی ہو اور تم یہاں آگئے ہو۔“
 ” ہم اپنی شناخت کر چکے ہیں۔ وہ ضرور اس مکان میں ہے۔ اس نے سخت لہجے میں کہا۔“
 ” تو پھر چلو۔ اندر چل کر دیکھ لو۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ تم جو کون اور اس طرح کسی کے گھر میں داخل ہونے کا حق تمہیں کس نے دیا ہے۔“
 ” ان پستولوں نے۔ یہ سوال ان سے کرو۔ پستول والے نے بٹنس کر کہا۔“
 ” تو تمہارے پستول باتیں بھی کرتے ہیں۔ آصف کے منہ سے نکلا۔
 ” پھر تو یہ بولتے پستول ہوئے۔ ” آفتاب مسکرایا۔“
 ” ہاں۔ یہ بولتے پستول ہیں۔ جب تم ان کی باتیں سنو گے تو مزاحیہ آجائے گا۔“
 ” بھئی واہ۔ پھر تو ہم ضرور سنیں گے۔ اندر آجائیں۔ تاکہ ہم مزے لوٹ سکیں۔“
 ” کیوں نہیں بے فکر رہو۔“
 ” اور وہی باروں دندناتے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔ دوسری

طرف سے شبنم زنگی علی آ رہی تھیں۔ ان کے ساتھ سلم نہیں تھی۔
 ” کیا بات ہے۔ خیر تو ہے۔ کون ہیں یہ لوگ۔“
 ” ائی۔ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے گھر میں کوئی لڑکی آگئی ہے۔“
 ” کیا کیا۔ لڑکی۔“ ان کے منہ سے نکلا۔
 ” جی ہاں۔ لڑکی۔ تیرا چودہ سال کی لڑکی۔“
 ” تم لوگوں کو اس سے کیا کام ہے۔ انہوں نے پوچھا۔
 ” ہم اسے یہاں سے لے جائیں گے۔“
 ” وہ کس لئے۔ انہوں نے سخت نظروں سے ان چاروں کو گھورا۔
 ” اس سے تمہیں کوئی سچا نہیں سونپا چلا ہے۔“
 ” بہت اچھا۔ تم تلاشی لے لو۔ لیکن یاد رکھو۔ یہ کام غیر قانونی ہوگا اور تمہیں اس کے لئے پچھتاہا پڑے گا۔“
 ” ہم اپنے کاموں پر کبھی نہیں پچھتائے۔ ایک نے مسکرا کر کہا۔
 ” لیکن اس مرتبہ تم ضرور پچھتاؤ گے۔ تم نہیں جانتے کہ جس کے گھر میں آگئے ہو۔“ آصف بولا۔
 ” ہمیں جانتے کی ضرورت بھی نہیں۔ چلو تم تینوں پورے گھر کی تلاشی لو۔ اور لڑکی کو ڈھونڈ لؤ۔“ ایک پستول والے نے کہا اور وہ تینوں اندر گھس گئے۔ پھر تھا ان کے پاس میں کھڑا رہ گیا داس نے کہا۔
 ” پھر تمہیں اپنا نام بتانا پلوں۔ شاید اسی طرح تم لوگوں کو

ہوش آجائے گا۔

وہ کیا تمہارا نام سن کر بے ہوش ہو گئی ہو؟ میں نے آفتاب
نے ہنس کر پوچھا۔

وہ ہاں۔۔۔ ہوش میں آگئی جاتے ہیں اور ہوش کھو بھی بیٹھے ہیں۔

وہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان نہیں، ہوش میں لائے اور بے ہوش
کرنے والا کوئی دوا ہے جو آصف کے منہ سے نکلا اور آفتاب
مکڑے لگا۔

”گورنمنٹ“ اس نے جھلک کر کہا۔

”تم اپنا نام بتا رہے تھے۔“ فریڈرک بتاؤ۔ بہار ہوش
پانے کو جی چاہے؟ ”آفتاب نے کہا۔

”اور اگر تمہارا نام سن کر ہم ہوش میں نہ آسکے تو بے ہوش
ہو جائیں گے، فکر نہ کرو کیونکہ کچھ ضرور ہوئے گے۔ تمہارا دل

رکھنے کے لئے؟“ گھر آئے جہاں دوا توڑا نہیں کرتے۔ آفتاب
”لاؤ۔“ آفتاب نے اس کی بات کاٹتے ہوئے ہاتھ بڑھایا۔

”ہش۔۔۔ میرا مطلب تھا۔۔۔“ وہ بے ہوش ہونے کے لئے
تیار ہو جاؤ۔ ”آصف نے ہنسنا شروع کیا۔

”جیت اچھا۔“ فکر نہ کرو۔ ایسا بے ہوش ہوں گا کہ یہ یا
میں دیکھیں۔ کیا کوئی بے ہوش ہوا ہو گا؟ آفتاب نے کہا۔

وہ اتنی یہ ہے۔۔۔ اس فریب کو اپنا نام بتانے دو گے یا نہیں؟

شہزادہ جگم کو بے ساختہ ہنس آگئی۔

”وہیت تیرے کی۔“ ہم بھی کہاں کے کہاں پہنچ جاتے ہیں۔۔۔
اچھا تو بھائی بتاؤ اپنا نام۔ آفتاب نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔

”میرا نام شمشیر جنگ بہادر ہے۔“

”بھئی ویا!۔۔۔ نام تو بہت زوردار۔۔۔“ میں کیا کہا۔۔۔
شمشیر جنگ بہادر۔ آفتاب یکایک چڑکب اٹھا۔ میں حال آصف
کا بھی ہوا۔

انہیں سچ سچ یوں لگا جیسے وہ بے ہوش ہونے والے ہوں۔
اس وقت شمشیر کے مینوں ساتھی دہل آگئے۔ انہوں نے آتے

ہی کہا:

”نہیں جناب: لڑکی اس گھر میں نہیں ہے۔“
”کیا کہا۔۔۔ لڑکی یہاں نہیں ہے۔“ اگر وہ یہاں بھی نہیں ہے تو

پھر وہ کہاں جاسکتی ہے۔ ضرور تم لوگوں نے اچھی طرح تلاش نہیں کی۔
میں۔۔۔ میں خود دیکھتا ہوں۔

یہ کہہ کر شمشیر آگے بڑھا۔ آفتاب اور آصف ابھی تک گم کھڑے
تھے۔ انہیں اچھی طرح یاد تھا، کل ان مرزا نے انہیں بھی نام بتایا تھا۔

انہوں نے کہا تھا، اگر کبھی شمشیر بہادر جنگ سے واسطہ پڑ جائے
تو اس طرح کرتے رہنا جس طرح وہ کہتا جائے۔ وہ بہت خوفناک

آدی ہے اور اب یہی فحشاک آدی ان کے گھر میں موجود تھا۔

ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب وہ کیا کریں۔ گھر میں پناہ لینے والی ایک لڑکی کو وہ اس کے جانی دشمن کے حوالے کیسے کر سکتے تھے۔ دوسری طرف کامزن مرزا کی ہدایت ان کا راستہ روک رہی تھی۔ آخر وہ خاموشی سے شمشیر بہادر کے پیچھے چل پڑے۔ انہوں نے سوچا تھا، پہلے دیکھ تو لیں کہ یہ لڑکی کو ڈھونڈنے میں کامیاب بھی ہوتا ہے یا نہیں؟

شمشیر نے ایک ایک کمرے کی تلاشی لی۔ غسل خانے دیکھے۔ غرض اس نے گھر کا کون کونانا چھوڑا آخر میں وہ چھت پر بھی پہنچا۔۔۔ لیکن لڑکی اسے کہیں بھی دکھائی نہیں دی۔ اب تو وہ بہت حیران ہوا۔ وہ ان کی طرف بڑھا اور گرج کر بولا،

”سچ پچ بتاؤ لڑکی کو کہاں پھپھپا یا ہے؟“
”کہیں بھی نہیں۔ کیا تم سارے گھر کی تلاشی نہیں لے چکے ہو؟“
”مزدورے چکا ہوں۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ اس گھر میں کوئی خفیہ جگہ بھی ہو۔“

”تو اسے بھی تلاش کر لو؟“
”تم خود بناؤ۔ وہ خفیہ جگہ کون سی ہے؟“ اس نے جلد کر کہا

”گھر میں کوئی خفیہ جگہ ہو تو بتائیں بھی؟“ آفتاب نے ہم کر کہا
”تم نہیں بتاؤ گے؟“ شمشیر بہادر نے اسے بری طرح گھورا۔

کیا بتائیں؟ آصف مسکرایا۔
”جو میں پوچھ رہا ہوں؟“ شمشیر بہادر نے تیز ہونے سے کہا۔
”بتا تو رہیں ہیں۔۔۔ کہ یہاں کوئی خفیہ جگہ نہیں ہے۔“

آفتاب نے منہ بنایا۔
”اچھی بات ہے۔ لٹکا دوا نہیں اٹھا؟ اس نے تکرار کر کہا۔
”کیا کہہ اٹھا لٹکا دو۔ ارے بھائی ہمیں اٹھا لٹکانے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم خود ہی اٹھا ہو کر دکھا دیتے ہیں۔ اس نام میں ہم خاصے ماہر ہیں۔ جلد آصف۔۔۔ سر کے بل کھڑے ہو جاؤ۔“
”بہت اچھا۔ اس نے کہا۔“

اس کے ساتھ ہی دونوں ایک ساتھ فرش پر جھکے، اپنے ہاتھ نیچے رکھے اور دیکھنے دیکھتے سر کے بل کھڑے ہو گئے۔
”ارے ارے۔ یہ کیا؟“ ایک لمحے کے لئے شمشیر بہادر بھی گھبرا گیا۔

دیکھو بھائی بہادر خان شمشیر۔۔۔ تم ہمیں اٹھا کرنا چاہتے تھے نا۔ ہم خود ہی اٹھ بیٹے ہو گے۔ میں تاکہ تم بارے آؤنی کو تکلیف نہ کرنا پڑے۔ آصف نے اس حالت میں کہا۔

”میرا نام شمشیر بہادر خان ہے؟“ اس نے جھل کر کہا۔
”اوہ۔۔۔۔۔ غلط ہو گئی۔ دراصل لوگوں کے نام میرے ذہن میں اٹھ پلٹ ہو جاتے ہیں۔“

” آج میں تمہیں الٹ پلٹ کر رکھ دوں گا “ اس نے
آواز میں کہا۔

” وہ تو ہم ہو رہی گئی ہیں “ آفتاب بولا۔

” سیدھے ہو جاؤ، ورنہ تمہارا حشر بہت بُرا کروں گا “
آخر اس نے گرج کر کہا۔

” بہت اچھا جناب۔ چلو آفتاب سیدھے ہو جاؤ، کیونکہ
ہمارا حشر کرانے کا کوئی بُرا دگرام نہیں “ آصف پیر زمین پر
ٹپکا کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ آفتاب نے بھی ایسا ہی کیا۔

” اب بتاؤ سڑک کی کہاں ہے “

” لڑکی۔ کون سی لڑکی۔۔۔ کچھ دنوں پہلے یہاں ایک لڑکی
فرست نام کی آئی تھی۔۔۔ وہ میرے والد کے دوست منور
کی بیٹی ہے۔ منور علی خان بہت اچھے شکاری اور بہترین نشانہ
ہیں۔ اگر تم اس لڑکی کے بارے میں پوچھ رہے ہو تو سن لو۔

وہ یہاں سے کئی دن ہوئے جا چکی ہے۔ ویسے عنقریب اس کا
دوبارہ آنے کا پروگرام ہے “ یہ کہہ کر آفتاب خاموش ہو گیا۔
” بکواس کر چکے “ اس نے آفتاب کو کھانے والی نظروں

دیکھا۔

” کیا یہ بکواس تھی۔ کیوں آصف۔ کیا میں بکواس
کر رہا تھا “ آفتاب نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

” میں نے آج تک اتنی پیاری گفتگو نہیں سنی جتنی پیاری اس
وقت تمہارے منہ سے سنی ہیں “ آصف اس طرح بولا جیسے
سے مخاطب ہو۔

” سن لیا تم نے آصف کا خیال “

” جھڑ جھڑ، جنگو۔۔۔ یہ لوگ ایسے نہیں مانیں گے “

” تجھے واہ۔ کیا غور نام ہیں۔ منور ہوتا ہے، انہیں ہم
سے بہت پیار ہے “ آصف نے غور سے ہو کر کہا۔

” اور نام ہیں بھی تو کتنے شریفانہ “ آفتاب بولا۔

” بالکل “ آصف کے منہ سے نکلا۔

اس دوران مارے غصے کے شمشیر بہاؤ رخسان اور ان کے ساتھیوں
کا بُرا حال تھا جب کہ شہناز بیگم برابر مسکراتے جا رہی تھیں۔ اس
وقت انہیں آفتاب اور آصف کی باتیں مہبت، پیاری لگ رہی
تھیں۔

” تو پھر ہم کیسے نہیں گے۔ اپنے ساتھیوں کو یہ بھی بتاؤ
تا۔ آصف کہہ رہا تھا۔

” انہیں پکڑ کر کر سیوں سے باندھ دو۔ اور اس عورت کو بھی
شمشیر بہاؤ بنے حکم دیا۔

” خبردار۔ ایسا ہو کر نہ کرنا “ آفتاب نے گویا۔ جھکی دی۔

” کیوں۔ کیا کر لو گے تم “ شمشیر بہاؤ بولا۔

” قہار! بند کر دیں۔۔۔۔۔ حقہ پانی بند کر دیں گے اور۔۔۔ مگر نہیں
 آج کل حقہ کا زمانہ کب سہم۔۔۔ ہاں تو سگریٹ پانی سہم بلکہ دھواں
 پانی بند کر دیں گے اور۔۔۔ آفتاب کہہ رہا تھا کہ آصف نے گھبرا کر
 اس کی بات کاٹ دی۔

” بس بس آفتاب۔۔۔۔۔ آپ اتنی چیزیں بھی بند نہ کر دے کہ یہ لوگ
 ہمیں اصل بات بتانے کے قابل بھی نہ رہ جائیں۔۔۔
 ” اگر تم کہتے ہو تو رہنے دیتا ہوں۔۔۔ آفتاب نے برا سامنے بنا کر
 کہا جیسے ان پر کوئی بڑا احسان کیا ہو۔

” تم نے سنا نہیں۔۔۔۔۔ تم نے سنا ان کو کرسیوں سے باندھ دو۔
 پھر جم اٹھنا ان سے پورے گھر کو کھٹکھٹالیں گے اور لڑکی کو ڈنڈہ نکالیں
 گے۔۔۔

اس کے تینوں ساتھی جیلوں میں سے رشیم کی ڈوریاں نکال کر
 ان کی طرف بڑھے۔

” خبردار۔۔۔۔۔ اگر تم ہمارے نزدیک آئے تو نقصان کے خود
 ذمے دار ہو گے۔۔۔ آصف نے بلند آواز میں کہا۔

” پکڑ لو انہیں۔ بہت بڑھ بڑھ کر باتیں بنا رہے ہیں۔ یہ
 کہتے وقت شمشیر بہادر خان نے اپنا پستول ایک بار پھر جیب سے
 نکال لیا۔

آصف نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ایک لمبے چھلانگ لگائی اور اس

سے اسی طرح جاٹکرا یا کہ پستول اس کے ہاتھ سے نکل کر فرش پر
 چلا گیا۔

” آفتاب پستول سنبھالو۔۔۔ اس نے چلا کر کہا۔
 آفتاب اور ایک بد معاش ایک ساتھ پستول پر چھپے اور

ایک دوسرے سے زور سے ٹکرائے۔ پھر آفتاب تیزی سے سنبھلا
 اور پستول پر ٹھکا۔ ساتھ ہی اس کی کمر پو ایک بد معاش کی لات
 پر پڑی اور وہ دوسری طرف الٹ گیا، لیکن وہ سری طرف اُلٹے
 اُلٹے بھی وہ پستول اپنے ہاتھ میں لیتا چلا گیا تھا۔

دوسرے ہی لمحے وہ سیدھا کھڑا ہوا کہہ رہا تھا،
 ” اس ایک لات کا بدلہ میں تم سے ضرور لوں گا۔۔۔ اب اپنے
 ہاتھ اوپر اٹھا دو۔۔۔

حملہ آور فراء

دیکھتے ہی دیکھتے کایا پلٹ گئی تھی۔ ایک لمحے کے لئے سب مسکرت کھڑے رہ گئے جیسے کوئی سمجھ نہ پایا ہو کہ یہ کیا ہوا، کیسے ہوا آخر آفتاب کی آواز ایک بار بھر گونجی۔

”میں کہتا ہوں، ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔ یہ نہ سمجھنا کہ مجھے لپتوں چھونا نہیں آتا ہو گا، میں اس کام میں کافی ماہر خیال کیا جاتا ہوں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ میں اترتی چڑیا پر نشانہ دگا سکتا ہوں۔ دیکھو تو لوگ اترتی چڑیا کے پر بھی گن لیتے ہیں مگر میں ابھی صرف نشانہ لگانے میں ہی ماہر ہو سکا ہوں۔ کسی دن چڑیا کے پر گرنے کے قابل ہوا تو متھیں ضرور اخلاص دوں گا۔“

”آفتاب باتیں کم۔ کام زیادہ۔“ آصف نے اسے ٹوکا دیکھا یہ کسی بزرگ کا قول ہے۔

”اے میرا ہی قول ہے۔ ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔ ابھی ہمیں ان لوگوں کو باندھنا ہی ہے۔“
”اور باندھنے کے بعد ان کا آلیٹ تیار کرنا ہے۔“

”آلیٹ تم صرف اس بد معاش کا تیار کرو گے جس نے تمہیں موت رسید کی تھی۔“ آصف نے جیسے خبردار کیا۔
”واقعی۔ کتنی غیر شاعرانہ حرکت تھی یہ آفتاب نے اس بد معاش کو گھسرتے ہوئے کہا۔“

”سنو دوستو۔ تم جس لڑکی کی تلاش میں ہو وہ یہیں موجود ہے۔ کہاں موجود ہے۔ یہ میری آنٹی کو معلوم ہے۔“
”جیسے بھی اس گھر میں چھپاتی ہیں، اس غریب سے چھپاتی ہیں کہ کوئی لاکھ ڈھونڈے، مگر وہ نہیں ملتا، بلکہ ڈھونڈنے والے گریوں لگتا ہے جیسے اسے زمین کھا گئی، آسمان نکل گیا۔“
”تم لوگوں کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ تم نے پورے مکان کی تلاش لے لی مگر لڑکی نہیں ملی۔ یقیناً جانو۔ اگر ہم بھی ڈھونڈیں تو وہ یہیں بھی نہیں ملے گا۔“
”مجھے تو تم کہہ رہے تھے۔ باتیں کم اور کام زیادہ۔ اور اب تم خود باتیں کرنے پر تل گئے ہو۔“ آفتاب نے اسے گھورا۔

”وہ اس لئے کہ یہ میرا اپنا قول ہے۔ اور اپنے قول پر لوگ خود متبہرا عمل کرتے ہیں۔ بس وہ یہ چاہتے ہیں کہ دوسرے اس پر خوب زور شور سے عمل کریں۔“
”آصف مسکرایا۔“

”میں کہتا ہوں۔ ہمارے پاس کرنے کے لئے بہت کام ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہم سب سے پہلے کیا کام کریں۔“
 ”سب سے پہلے۔۔۔ سب سے پہلے تو کوئی کام بھی کیا جا سکتا ہے۔“ آصف بولا۔

”تو شیک ہے۔ آئی جان۔ سب سے پہلے تو آپ جاکر پولیس کو فون کر دیں۔ تاکہ وہ جلد از جلد میاں پہنچ کر اپنے مہمانوں کو لے جائے۔ اس کے بعد ہم سلمیٰ کو اس خفیہ جگہ سے نکالیں گے اور اس سے باقی ماندہ کہانی سنیں گے۔ ویسے یا اس کی کہانی ہے بہت دلچسپ۔“ آفتاب کہتا چلا گیا۔

”ہاں! اس پر تو ایک ٹاڈل لکھا جاسکتا ہے۔ بس اس کیس سے فارغ ہو کر میں یہی کام کروں گا۔ آج کل بازار میں جیسا سوکڑیوں کی مانگ بھی تو بہت زیادہ ہے۔“
 ”خدا تم دونوں کی نہ ختم ہونے والی باتوں سے بچائے۔“
 ”شہناز بیگم نے جس کر کہا۔“

”آمین! دونوں ایک ساتھ بولے۔“
 ”میں تو پولیس کو فون کرنے جا رہا ہوں مگر تم کیا کرو گے۔“
 ”انہوں نے پوچھا۔“

”ہم اینٹینڈر پولیس کی زد پر لئے کھڑے رہیں گے۔“

”کیوں نہ انہیں باندھ لیا جائے۔“

”بہنیں آئی۔ اس میں خطرہ ہے۔“ آفتاب نے کہا۔
 ”اچھی بات ہے۔ تم دونوں ہوشیار ہو کر کھڑے ہونا۔“
 ”آفتاب اب بے فکر رہیں آئی۔ یہ لوگ صرف بتوں کی طرح کھڑے رہیں گے، کیونکہ بے چارے اس کے سوا کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ پولیس جب انہیں باندھ لے گی تو ہم ان سے پوچھیں گے، یہ سلمیٰ کا پیچھا کیوں کر رہے ہیں، اسے کیوں جان سے مار ڈالنا چاہتے ہیں۔“ آصف نے کہا۔
 ”ضرور پوچھیں گے۔ اور یہ بتائیں گے۔“ آفتاب بولا۔
 ”بلکہ ان کے فرشتے بھی بتائیں گے۔“ آصف نے کہا۔
 ”فرشتوں کو کیوں تکلیف دیتے ہو، ان بے چاروں نے کیا قصور کیا ہے۔“ آفتاب نے برا مان کر کہا۔
 ”اگر تمہیں فرشتوں سے اتنی ہی ہمدردی ہے تو نہیں پوچھیں گے ان سے۔“ آصف مسکرایا۔
 ”بلوہ ہے شہناز بیگم نے جس کر کہا اور کھڑے نکل گئیں۔ وہ سیدھی ڈرائنگ روم میں آئیں۔ میاں ایک تپائی پر فون رکھا تھا۔ پولیس اسٹیشن کے نمبر انہیں یاد تھے۔ انہوں نے جلدی جلدی نمبر گھمائے۔ دوسری طرف سے فوراً اسی آواز آئی۔۔۔ یہ پولیس اسٹیشن خان مگر ہوا۔“

”میں بیگم کامران مرزا بول رہی ہوں۔ اس وقت میرے گھر میں چار بد معاش موجود ہیں۔ ہم نے انہیں گھیر رکھا ہے مہربانی فرما کر جلد آئیے۔“

”اوہ۔ آپ۔ ہم ابھی پہنچ رہے ہیں۔“ دوسری طرف سے چونک کر کہا گیا۔

انہوں نے ریسپورر کھاکر اور پھر اس کمرے میں آئیں لیکن جوہنی وہ کمرے میں داخل ہوئیں وہاں سے رہ گئیں

جو منظر وہ کمرے میں چھوڑ گئی تھیں، اب وہ نہیں تھا نقشہ بالکل بدل ہوا تھا۔ انہوں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ یوں جیسے خواب دیکھتی رہی ہوں۔ کمرے کے بچوں پہنچ آفتاب اور آصف پتھر کے بتوں کی طرح کمرے تھے جیسے کسی نے جامد کے ذریعے انہیں بتوں میں تبدیل کر دیا ہو۔ ان کے ہاتھ خالی تھے۔ تنویری ویر پٹے جو پستول آفتاب کے ہاتھ میں تھا، اب وہ بھی اس کے ہاتھ میں نہیں تھا اور کمرے میں موجود چاروں بد معاشوں میں سے ایک بھی نہیں تھا۔

”ارے! یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں۔“

”آپ کے جاتے ہی گر بڑ ہو گئی۔“ آصف کے منہ سے نکلا۔

”آخر ہوا کیا؟“ شبنم بیگم نے حیران ہو کر کہا۔

”جوہنی آپ کمرے سے باہر گئیں، ان میں سے ایک دھڑم دھڑم کمرے کے فرش پر گر پڑا۔ ہم بوکھلا گئے۔ انہوں نے ہماری اس بوکھلاہٹ سے ”مذہ اٹھایا، واصل بد معاش کے ساتھی تھے چال چلی تھی۔ بس پھر کیا تھا۔ میرے ہاتھوں میں ہاتھ پر ایک ہاتھ پڑا اور وہ نکل کر دور جا کر جیسے قربانی لوگ بد معاش نے اٹھایا۔ پھر وہ دیکھتے ہی دیکھتے کڑی چلا نکلتے اور ہم ہاتھ ملتے رہ گئے۔“ آفتاب نے بتایا۔

”پلو تو کیا ہوا۔“ لڑکی کو تو بچانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ اگر انہیں بھی گرفتار کر لیا ہوتا تو زیادہ مزہ رہتا۔ ان کی مدد سے اصل چکر جاتے ہیں مدد ملتی۔“ آصف بولا۔

”خیر کوئی بات نہیں۔ اب کیا بھی کیا جاسکتا تھا۔“ وہ بولیں۔

”اب چلیے۔“ سلمیٰ کو نکال کر لاتے ہیں۔“ آصف نے کہا۔

”ابھی نہیں۔ کہیں وہ لوگ پھر نہ آدھکیں۔ پر لیں۔“

”یاں آنے ہی والی ہو گی۔ اس کے آنے پر اسے نکالیں گے۔“

”ویسے یہ چکر ابھی تک سمجھ میں نہیں آیا۔“ آفتاب بولا۔

”آجائے گا۔“ چکر کچھ میں آتے آتے ہی آتے ہیں۔“

آصف نے کہا۔

”آبا جان بھی تو یہاں نہیں ہیں۔“ آفتاب کے منہ سے نکلا
 ”تو کیا ہوا۔ ہم خود ہی اس معاملے سے نمٹ لیں گے۔“
 اسی وقت دروازے کی گھنٹی بجی۔
 ”یہ مزور پولیس والے ہوں گے۔ جاؤ آفتاب انہیں
 اندر لے آؤ۔“
 ”اچھا آئی!“

”نہیں۔ ہم سب ساتھ ہی چلتے ہیں۔ نہیں ایسا نہ ہو کہ
 پولیس کو بچاتے کوئی اور ہو۔ آصف کو نیا خیال آیا۔“
 ”اس صورت میں تو مزور ایک کو ہی دروازہ پر جانا چاہیے۔“
 ”ہاں۔ یہ ٹھیک ہے۔ جاؤ آفتاب۔ اگر کوئی
 خطرے کی بات ہو تو ایک دم چلا پڑنا۔“
 ”ٹھیک ہے۔“

یہ کہتے ہوئے آفتاب دروازے کی طرف چلا گیا۔ وہاں
 واقع ایک سب انسپکٹر تین کانسٹیبلوں کے ساتھ موجود تھا۔
 وہ آفتاب کو پھپھاتا تھا۔
 ”میں یہاں تو سب کچھ ٹھیک نظر آتا ہے۔“ سب انسپکٹر
 نے حیران ہو کر کہا۔

”اب سب کچھ ٹھیک ہے۔ لیکن تھوڑی دیر پہلے
 ایسا نہیں تھا۔ آئیے۔ اندر آجیے۔ تفصیل سے ساری

تجربیں گئے۔“
 وہ انہیں اندر لے آیا۔ سب ڈرائنگ روم میں آ گئے۔
 اس وقت آفتاب نے کہا۔

”جلیے آئی! پہلے سلمیٰ کو لے آئیے۔ وہ پریشان ہو گی۔“
 ”ہاں! اسے قریب بھول ہی گئی۔ شمشیر بیگم چکیں
 مکون سلمیٰ۔“ سب انسپکٹر کے منہ سے نکلا، کیونکہ اسے
 معلوم تھا، اس گھر میں آفتاب اور آصف کے سوا کوئی اور لڑکا یا
 لڑکی نہیں رہتے۔“

”یہ ساری کہانی اسی کے گرد گھومتی ہے۔ پھر یہ پہلے میں
 لے آؤں، پھر بات ہو گی۔“
 یہ کہہ کر وہ چلی گئیں اور صرف دو منٹ بعد سلمیٰ کے ساتھ
 وہیں آئیں۔

”انسپکٹر صاحب۔ یہ سلمیٰ دراب خان ہے۔“
 ”کیا؟“ سب انسپکٹر کے منہ سے نکلا۔ اس کا منہ کھلا کا
 کھلا رہ گیا۔

”جی ہاں۔ پہلے میں یہ بتاؤں گی کہ یہ کہانی شروع کہاں سے
 ہوئی۔ پھر سلمیٰ بتائے گی کہ اس کے ساتھ کیا پکڑ چلی رہا ہے
 یہ کہہ کر شمشیر بیگم نے اس وقت تک جو کچھ ہوا تھا، بیان
 کر دیا۔ پھر سلمیٰ سے پولیس۔“

”سلسلی بیٹی! اب تم تباؤ — تم ہمارے گھر تک کس طرح پہنچ گئیں۔“

”انکل تیرا اب آج صبح سے کہیں گئے ہوئے تھے۔ جب سے ابو فوت ہوئے ہیں، وہ میرے ساتھ ہی آکر رہنے لگے ہیں تاکہ میں تنہائی محسوس نہ کروں۔ ہاں تو وہ صبح سے کسی کام سے گئے ہوئے تھے۔ شام تک وہ نہ آئے تو میں کھانا کھا کر اپنے کمرے میں لیٹ گئی۔ اچانک میں نے کچھ عجیب غریب آوازیں سنیں۔ آوازیں باغ میں سے آرہی تھیں۔ میں بہت حیران ہو گئی۔ باغ کی طرف والی کھڑی تھوڑی سی کھول کر دیکھا تو باغ میں چار آدمی کھڑے تھے۔ ہاتھ تاریکی میں وہ مجھے چار سائے دکھائی دیئے۔ اچانک میں نے انہیں کہتے سنا۔ وہ اس کمرے میں ہو گئی۔ ہمارا کام صرف اتنا ہے کہ اس کمرے میں داخل ہو جائیں۔ بس پھر وہ ہمارے ہاتھ سے بچ کر کہاں جاسکتی ہے۔“ یہ سن کر دوسرے نے کہا۔ سوال یہ ہے کہ ہم کمرے میں داخل کیسے ہو سکتے ہیں۔ اس پر تفسیر ا بولا۔ یہ کوئی مشکل بات نہیں۔ اس کا انتظام پہلے ہی کر لیا گیا ہے۔ اور میرے ساتھ۔ اگر کسی کے ساتھ اسی وہ چاروں مکان کے پچھلے حصے کی طرف بڑھنے لگے۔ میرا دل دھک دھک کرنے لگا۔ میں اس

وقت میں سوچ سکتی تھی کہ اگر وہ کمرے کے دروازے تک پہنچ گئے تو ہو سکتا ہے دروازہ توڑنے میں کامیاب ہو جائیں۔ اس سے بہتر یہی نظر آیا کہ میں بھاگ کھڑی ہوں، چنانچہ میں اس کھڑکی کے ذریعے ہی باغ میں کودی اور بھاگ نکلی، لیکن اصلی فحشہ سے یہ ہوئی کہ باغ سے نکلنے ہی بھاگنا شروع کر دیا۔ مجھے چاہیئے تھا کہ کچھ دور جانے کے بعد بھاگنا شروع کرتی۔ میرے دوڑتے قدموں کی آواز ان تک پہنچ گئی فوراً ہی ان میں سے ایک نے چلا کر کہا۔ ارے وہ بھاگ گئی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے اپنے پیچھے دوڑتے قدموں کی آواز سنی۔ میں جان توڑ کر بھاگی اور گلیوں ہی گلیوں میں مڑتی چلی گئی۔ پھر میں نے محسوس کیا کہ میں تھکنے لگی ہوں اور میری رفتار سست پڑنے لگی ہے۔ اب میں نے سوچا، میں، کھڑی جاؤں گی، کیوں نہ کسی مکان میں گھس جاؤں۔ پھر ہر جگہ دیکھا جلتے گا۔ اس خیال کے آتے ہی مجھے جو دردناک سلسلہ نظر آیا، میں اس میں داخل ہو گئی۔

”دروازے کے ساتھ ہی مجھے ایک کمرے کا دروازہ نظر آیا۔ میں دبے پاؤں اس میں داخل ہو گئی۔ کمرہ خالی تھا۔ اس میں دو چار پائیاں کچھ سی تھیں مگر کمرے کے ایک کونے میں دھک دھک کرنے لگا۔ خیال تھا کہ جو نہی وہ لوگ دروازے

”اگر یہ آج رات یہیں رک جائیں تو کیا حرج ہے۔“
آفتاب بولا۔

”کم از کم مجھے کوئی اعتراض نہیں۔“

”اور انکل جو وہاں پریشان ہوں گے۔“ سلمیٰ بولی۔

”ابھی تو ان کو روک دیتے ہیں۔“ آصف بولا۔

”یہ تو مصیبت ہے۔“ فون کل سے خراب پڑا ہے۔

”نہایت لکھوائی ہوئی ہے لیکن ابھی تک کوئی ٹیکہ کرتے نہیں

پہنچا۔“

”پھر۔“ شبناز بیگم کچھ کیتھہ کہتے رک گئیں۔

اسی وقت گھنٹی بجی تھی۔ وہ چونک اٹھے۔ ایک بار پھر

ان کے دل دھک دھک کرنے لگے۔

ہوئے اس گل سے آگے نہیں گئے، میں یہاں سے نکل کھڑی ہوں گی

لیکن اس وقت یہ دونوں آگے۔“ یہ کہتے وقت اس نے آفتاب

اور آصف کی طرف اشارہ کیا۔

”اس کے بعد پیش آنے والے واقعات میں آپ کو سنائی چکی ہوگی

شبناز بیگم بولیں۔

”ہوں۔“ تو اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ ان کے چچا انہیں ختم

کر دینا چاہتے ہیں۔“

”یہ غلط ہے، وہ مجھ پر بہت مہربان ہیں۔ جب سے آج

فوت ہوئے ہیں، انہوں نے مجھے ان کی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔

”خیر۔“ یہ تو وقت بتاتے لگا کہ اس سازش کے پیچھے کس کا ہاتھ

تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا کیا جائے۔ کیا آپ واپس

اپنے گھر جانا چاہتی ہیں۔“

”ہاں۔“ میرا خیال ہے۔ انکل واپس آچکے ہوں گے

اور میری وجہ سے بہت پریشان ہوں گے۔“

”لیکن میں اسے مناسب خیال نہیں کرتا۔“ آفتاب نے کہا

”کیسے؟ آصف نے پوچھا۔“

”سلمیٰ صاحبہ کے واپس گھر جانے کو۔“ ہو سکتا ہے وہاں

خطرہ بدحضور موجود ہو۔“

”پھر کیا کیا جائے۔“ سب انکپڈ نے پوچھا۔

اس وقت گھنٹی ایک بار بھرنی — وہ چونک اٹھے —

”سہانا بیگم بولیں۔“

”میرا خیال ہے، یہ باتیں تو بعد میں بھی ہوتی رہیں گی، پہلے

ہو کر یہ دیکھ لو کہ دروازے پر کون ہے۔“

”ٹھیک ہے آئی — میں جاتا ہوں۔“ آفتاب نے کہا

”دکڑے سے نکل گیا۔“

اس حے بے دھڑک ہو کر دروازہ کھول دیا اور پھر حیران رہ

گیا دروازے پر کوئی بد معاش نہیں تھا۔“

اتنے ایک ادھیڑ عمر کا آدمی کھڑا تھا۔ اس کی آنکھوں پر عینک

تھی۔ سر کے بال بڑے سلیقے سے بنے ہوئے تھے۔

اتنے میں بید کی ایک چھوٹی سی چھری تھی — جسم پر بہترین قسم کا

سوٹ تھا۔ اس کی ناک لمبی، آنکھیں چھوٹی اور چہرہ لمبوتر تھا

۔ آفتاب کو دیکھ کر اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ دوڑ گئی،

”اے بولا۔“

”معاف کرنا بھی — کیا یہاں کوئی لڑکی تو نہیں آگھسی۔“

”جی ہاں؟ آفتاب ہسکا بکا رہ گیا۔“

”میرا مطلب ہے — کوئی غورزدہ نمی لڑکی — جس کے

چہرے پر بد معاش لگے ہوئے تھے، میرا خیال ہے، وہ اپنی جان

پانے کے لئے اس گھر میں داخل ہو گئی تھی — کیا وہ اب تک

لڑکی کا چچا

”شاید آج رات ہمیں چین کا سانس لینا نصیب نہیں ہوگا۔“
آفتاب کے منہ سے نکلا۔

”خدا جانے اب کون آگیا۔“ آصف بڑبڑایا۔

”دیکھ نہ کریں — اور جا کر دیکھیں کون ہے — اگر یہ دلی
چاروں بد معاش ہیں تو اتنی خاموشی سے اندر لے آئے گا، پھر
میں ان سے سمجھ لوں گا۔“ سب انسپکٹر نے کہا۔

”آپ کو شاید ہم نے یہ نہیں بتایا کہ ان میں سے ایک شمشیر بان
خان بھی ہے۔“ آفتاب مسکرایا۔

”کیا کہا — شمشیر بان خان —“ سب انسپکٹر دھک
سے رہ گیا۔

”جی ہاں! ہم اسی سے ٹکرائے تھے۔“

”حیرت ہے — میں یقین نہیں کر سکتا — وہ بہانے
والا نہیں۔“

”لیکن ہم کئے ہوگا دیا۔“ آصف ہنسا۔

گئی۔

”آپ وقت ضائع ہونے کی بات تو کرتے ہیں۔ مگر میں حیران رہتی ہوں۔“ وہ بولتا چلا گیا۔ آفتاب کا ذہن تیز سے کام کر رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آج کی رات بھی عجیب سا وقت ہے، ہر لمحے کوئی نہ کوئی عجیب بات سامنے آ رہی ہے۔ نہ جانے یہ شخص کون ہے اور اسے یہ بات کیسے معلوم ہو گئی کہ ہمارے گھر میں ایک لڑکی نے پناہ لی ہے۔ آخر اس نے پوچھا۔

”آپ یہ بات کیسے کر سکتے ہیں کہ ہمارے گھر میں کسی لڑکی نے پناہ لی ہے اور اگر یہ بات درست بھی ہے تو آپ کا اس معاملے سے کیا تعلق۔“

”پہلے یہ بتاؤ۔ کیا لڑکی واقعی اندر موجود ہے یا قلعہ بند اس آدمی نے کہا۔“

”مجھے افسوس ہے۔ میں آپ کو بات کا جواب اس وقت دے سکتا ہوں جب آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ کون ہیں اور اس معاملے میں کیوں دلچسپی لے رہے ہیں۔“

”لڑکے۔ تم بہت ضدی ہو۔ مجھے لڑکی کی فکر کھائے جا رہی ہے۔ اگر وہ یہاں سے جا چکی ہے تو مجھے بھی فوراً یہاں سے چل دینا چاہیے، کیونکہ اس صورت میں اس کی زندگی زیادہ خطرے میں ہے اور اگر وہ یہیں ہے تو پھر میں اس کے لئے بہت کچھ کر سکتا ہوں۔“

”یہ بات تو میں بھی ان سے پوچھ رہا ہوں، لیکن جلتے ہی نہیں۔“ ایسی کوئی بات نہیں۔ میں اپنا نام بھی بتاتا ہوں اور یہ بھی کہ اس لڑکی سے میرا کیا تعلق ہے۔ سنو۔ میرا نام قراہ خان ہے اور میں اس لڑکی کا چچا ہوں۔

”کیا آؤ دونوں کے مزے ایک ساتھ کھلا۔“

تھی۔ آخر وہ دوڑ کر ان سے پٹ گئی۔
 "آپ آگے چل جان۔ خدا کا شکر ہے۔ مگر میں حیران
 ہوں۔ آپ یہاں تک کیسے پہنچ گئے۔"
 "پہنچنے میں یہ تباؤ۔ یہاں کیا واقعہ پیش آیا ہے، کیونکہ
 میں دیکھ رہا ہوں، پولیس بھی موجود ہے۔"
 سسلی نے جلدی جلدی اسے ساری بات بتائی پھر پوچھا۔
 "اب تہا ہے۔ آخر آپ یہاں تک کیسے پہنچ گئے۔"
 "میں جب گھر پہنچا تو تم اپنے کمرے میں بیٹھیں تھیں۔ بارش
 والی کھڑی کھلی تھی، میں نے اس میں سے جھانک کر دیکھا تو چارہ
 آدمی دوڑتے نظر آئے۔ میں گھبرا گیا۔ فوراً باہر نکلا اور
 خود میں ان کے پیچھے، دوڑنے لگا، لیکن میں ان کی تیز رفتاری
 کا ساتھ نہ دے سکا۔ اور وہ میری نظروں سے اوجھل ہو
 گئے۔ میں نے دوڑنا بند کیا آخر دوڑتے دوڑتے میں اس
 ایک تک پہنچ گیا اور ایک جگہ کھڑا ہو کر سانس درست کرنے لگا۔
 میں سوچ رہا تھا کہ اب شاید ان تک نہ پہنچ سکوں۔ واپسی کے
 بارے میں غور کر رہی رہا تھا کہ ایک کمرے سے وہ نکلتے نظر آئے
 ان کا تعداد چار تھی۔ میں نے ان کی شکلیں تو دیکھیں تھیں مگر
 اس نے سوچ میں پڑ گیا۔ کیا یہ وہی ہیں۔ سوچتا رہا
 پھر میں نے پولیس کی جیب آتے دیکھی۔ پولیس والے بھی

لئے ان پر سکتے کی حالت ظاہری رہی آخر
 "ہا۔"
 یہ بھی کیوں کیا بات ہے۔ تم دونوں میرا نام سن کر
 چرتک کیوں اٹھے۔
 "آپ کو کیسے معلوم ہو گیا کہ سسلی یہاں ہے۔" آفتاب
 نے کھوئے کھوئے انداز میں پوچھا۔
 "یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ پہلے یہ تباؤ سسلی اندر ہے نہیں
 رہی ہاں۔ وہ اندر ہے۔" آصف بولا۔
 "تو پھر چلو مجھے اس کے پاس لے چلو۔ میں وہیں چل کر
 بتاؤں گا کہ مجھے کیسے معلوم ہو گیا۔"
 "وہ اسے لے کر اندر آئے۔ سب انسپکٹر اور دوسروں نے
 تراز با خان کو حیرت بھری نظروں سے دیکھا۔ آخر سب
 انسپکٹر نے پوچھا۔
 "آپ کی تعریف۔"
 "تراز با خان۔ سسلی کے چچا۔" آصف کے منہ
 سے نکلا۔
 "کیا؟ سب انسپکٹر اور شہنواز بیگم کی آواز ایک ساتھ کمرے
 میں گونجی۔"
 "دو سڑی طرف سسلی پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنے چچا کو دیکھ رہی

اب سے کہ آج کی ہفت اسی گھر میں گزروں۔
 یہاں آپ محفوظ رہیں گے جگہ میں دو کانشیوں کی ڈیوٹی بھی
 فلتے پر لگا دوں گا۔

لیکن ان لوگوں کو تکلیف ہوگی۔ "تراب کے منہ سے نکلا
 "اس میں تکلیف کی کونسی بات ہے، انسان ہی انسان کے
 ہونے کی وجہ سے۔" شہناز بیگم بولیں۔

اگر آپ سب کی یہی مرضی ہے تو یونہی سہی۔ لیکن آپ کو
 ٹیل فون والا کمرہ دینا ہوگا۔ کیونکہ بعض اوقات مجھے راتوں
 کی ٹیل فون کرنا پڑتا ہے۔ میری کاروباری مصروفیات ایسی
 ہیں۔

اوہ۔ لیکن ٹیل فون تو ڈرائنگ روم میں ہے اور ڈرائنگ
 روم میں کوئی بستر نہیں ہے۔ "آصف نے کہا۔
 "تو کیا ہوا۔ ہم صوفوں پر سو جائیں گے۔"

"نہیں۔ یہ بڑا گستاخ ہے۔ آفتاب تم ٹیلی فون اپنے
 کمرے کے کمرے میں لگا دو۔ اور انہیں وہیں آرام کرنے دو
 کیونکہ اس کمرے کے علاوہ ٹیلی فون کا پبلک اور کس نہیں
 ہو سکتا۔"

"آیا جان کے کمرے میں۔" آفتاب کے منہ سے نکلا،
 کیونکہ اس کے خیال میں یہ کسی طرح مناسب نہیں تھا۔ اسے

اس گھر میں داخل ہونے تھے۔ اب تو شک یقین میں بدل گیا
 اور میں نے دستک دے کر سٹو کے بارے میں معلوم کرنے کا
 فیصلہ کر لیا، چنانچہ آپ لوگ مجھے یہاں دیکھ رہے ہیں۔

"اوہ۔ ہم سب سمجھ گئے۔ آپ کی امانت محفوظ ہے
 اسے سنبھالیے۔" آفتاب بولا۔

"آپ لوگوں کا بہت بہت شکریہ۔ اب ہم چلیں گے۔
 لیکن میرا خیال ہے کہ آج رات آپ لوگ اپنے گھر واپس نہ
 جائیں۔" سب الپکڑ بولا۔

"جی۔ کیا مطلب۔ گھر نہ جائیں۔ مگر کیوں؟ تراب خان
 کے بیچے میں حیرت تھی۔"

"اس لئے کہ بد معاش ابھی تک آزاد پھر رہے ہیں، شاید وہ
 آپ کو نقصان نہ پہنچائیں۔" سب الپکڑ بولا۔

"میں ان سے نہیں ڈرتا۔"
 "بات دراصل یہ ہے کہ ان بد معاشوں میں ایک بہت
 خطرناک آدمی بھی ہے۔ اس کا نام شمشیر بہادر خان ہے۔
 سب الپکڑ نے بتایا۔"

"یہی۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" اب خان کا منہ سے
 مارے حیرت کے لگا رہ گیا۔

"ہاں: وہ بہت خطرناک آدمی ہے۔ اس لئے میرا مشورہ

سیاہ پوش

یا اللہ خیر — معلوم ہوتا ہے، آج کی رات ہم ایک منٹ کے لئے نہیں سو سکیں گے۔ "شعبانہ زینب کے منہ سے نکلا۔ آفتاب اور آصف سمجھ گئے تھے کہ کونسی کھڑکی کا شیشہ توڑا گیا ہے۔ وہ دوڑتے ہوئے اپنے کمرے میں آئے۔ ان کے پیچھے سب الپکڑ، کانٹیل اور شعبانہ زینب تراب خان اور سلمیٰ دوڑ پڑے۔ پر وہ سب کمرے میں پہنچ کر رک گئے۔ کھڑکی کا شیشہ چور چور ہو چکا تھا اور فرش پر کھیر چکا تھا۔ کھڑکی کے ایک کوارٹر میں ایک چمک دار خنجر گرا تھا اور اس کی نوک میں ایک لالہ غنیمت ہوا تھا۔ آصف خنجر نکالنے کے لئے آگے بڑھا ہی تھا کہ آفتاب چلا یا۔ "خنجر دار آصف — خنجر پر انگلیوں کے نشانات ہوں گے، وہ مٹانے نہیں ہونے چاہئیں۔"

"اوہ ہاں! مجھے تو خیال ہی نہیں رہا۔" آصف پوچھا۔ "پھر اس نے رومال سے خنجر کو دھو کر کھینچا۔ اتنے میں سب الپکڑ کو ہوش آگیا۔ وہ تیز آواز میں کانٹیلوں سے بولا۔

یاد آگیا، کامران مرزا نے جاتے وقت خاص طور پر کہا تھا کہ کمرے کا خیال رکھا جائے، لیکن اس وقت معاملہ ہی کچھ اور تھا۔ اس لئے اس نے کوئی اعتراض نہ کیا۔

"ہاں۔ اس کے علاوہ اور کیا کیا جاسکتا ہے۔" شعبانہ زینب بولیں۔

"اچھا تو میں چلتی ہوں۔"

"آپ دروازے پر کانٹیلوں کی ڈیوٹی لگا رہے ہیں نا۔" تراب خان نے پوچھا۔

"جی ہاں! آپ کل نہ کریں۔"

شب الپکڑ مرزا ہی تھا کہ کسی کھڑکی کا شیشہ ایک چھٹا کے سے ٹوٹنے کی آواز آئی۔ وہ بوکھلا اٹھے۔

کے عہدہ کا نشیلا ادا کر پھر دیں گے۔
 "بکرا اب تو میں بھڑا دلپس نہیں جاؤں گا۔ میں بھی کانٹیلوں
 ساتھ دروازے پر موجود رہوں گا۔" سب اس
 بہت خوب۔ یہ موٹی بات۔ "شعبہ در۔ اگر اندر
 ہوں آواز نکلے۔" میں گئے۔ "آصف
 لیکن ہم مزدوروں کی طرح کمرے میں بند ہو
 رہے تھے۔" سب نے نکلا۔

رکھتے جناب! اس وقت آپ ہماری چاہ میں پہنچیں۔
 سب سمجھیں گے، کریں گے۔ "آفتاب بولا۔" وہ بات کہان
 "لیکن یہ اچھا نہیں لگتا کہ ہم کمرے میں بند ہو کر بیٹھ جائیں۔"
 "ہم اپنے ساتھ ہمارے کو جگہ نامناسب نہیں سمجھتے۔" آپ نے
 "میں جا کر آرام سے سو جائیں۔ باقی ہم خود دیکھ لیں گے۔"
 "اچھا۔ جیسے آپ کی مرضی۔" تراب نے بے چارگی
 سے کہا۔ "بسمیٰ کچھ نہ بولی۔"

خطرے کے وقت ہم آپ کو ضرور جگا دیں گے، تاکہ جیسی
 صورت حال ہو، اس کے مطابق فوراً کوئی تدبیر کی جاسکے۔
 "ایک ہے۔" تراب خان بولا۔

"تو پھر۔" آپ دونوں تو کمرے میں جلیے۔ کیونکہ یہاں
 "ہم اس کام شروع ہوتا ہے۔"

"ارے! تم یہاں کھڑے کیا کر رہے۔" زور دیا ان کے پیچھے
 یہ حرکت کرنے والے ابھی زیادہ دیر نہیں گئے ہوں گے۔
 کانٹیلوں کو بھی جیسے ہوش آگیا۔ وہ دوڑتے ہوئے نکل
 نکل گئے۔ آصف کا غمگین چہرہ تھا۔ اس نے اس پر لکھی
 تحریر آواز سے پڑھی۔
 "متم کچھ بھی کر لو۔ آج کی رات سسلی کی زندگی کی آخری رات
 ہے۔"

وہ سب سناٹے میں آگئے۔ یہ لوگ تو باتھ دھو کر واپس
 پڑ گئے تھے۔ ہر کوئی کمرے کے فرش پر کھڑا سوچ میں غرق تھا۔
 "آج ہماری بیگم نے کہا۔"
 "اب کیا کریں۔"

"اب۔" اگر آپ لوگ ہماری وجہ سے پریشان ہو گئے ہو
 تو ہم چلے جاتے ہیں، اللہ مالک ہے۔" تراب خان نے کہا۔
 "نہیں۔" میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ میرا مطلب تو یہ تھا کہ
 لوگ دوبارہ وارہ کر دیں گے، اس کا کوئی بندوبست تو کرنا ہی چاہیے
 "اے جان! میں نے سوچ لیا ہے۔"

"کیا سوچ لیا ہے۔"

"تراب صاحب! سسلی بہن آج جان۔ کمرے میں بند رہیں
 گئے اور ہم چوکس بیٹھیں گے۔ آج رات ہم سوئیں گے نہیں۔"

یہ حرکت ہم دشمن کے حملے کو روکنے کے انتظامات کریں گے۔
 لانیٹیلوں آخر آپ لوگ کیا کریں گے۔ تراب نے پریشان ہو کر
 نکل گئے۔ آصف نے اس وقت کس کے گھر میں موجود ہیں
 تحریر آواز سے پریشان ہو کر یہ گھر کامران مرزا کا
 مہتمم کچھ بھی کہہ رہا تھا۔
 "تراب ہر کا بکا رہ گیا۔"
 وہ سب ان میں اب آپ کرے میں جا کر آرام کریں۔ اور سب
 پریشان ہو کر رہیں۔ "آفتاب بولا۔"
 اچھا۔ جیسے تم لوگوں کی مرضی۔ ویسے میں سوچ رہا ہوں
 کہ آفتاب کو اس طرح کامران مرزا کے گھر میں پناہ بھی لینا پڑے گی۔
 خود کہاں ہیں۔ میں انہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔"
 "وہ ان دونوں شہر سے باہر گئے ہوتے ہیں۔ چند دنوں تک
 "خیر۔ میں ان کے آنے پر موزان سے ملاحظہ کروں گا۔
 اب ہم دونوں چلتے ہیں کہونکہ آپ لوگوں کی خواہش بھی یہی ہے
 تراب خان نے کہا اور سلمیٰ کو لے کر دروازے کی طرف بڑھے۔
 "مگر آپ کو یہ کب معلوم ہے کہ میرے آبا جان لا کمرہ کا
 "ارے انا حوالہ داسے۔" تراب خان چونک کر بولے
 تو میں سمجھوں گی کیا۔"
 "چلے۔ میں آپ کو کمرہ دکھا دوں۔" آفتاب نے

یہ حرکت ہم دشمن کے حملے کو روکنے کے انتظامات کریں گے۔
 لانیٹیلوں آخر آپ لوگ کیا کریں گے۔ تراب نے پریشان ہو کر
 نکل گئے۔ آصف نے اس وقت کس کے گھر میں موجود ہیں
 تحریر آواز سے پریشان ہو کر یہ گھر کامران مرزا کا
 مہتمم کچھ بھی کہہ رہا تھا۔
 "تراب ہر کا بکا رہ گیا۔"
 وہ سب ان میں اب آپ کرے میں جا کر آرام کریں۔ اور سب
 پریشان ہو کر رہیں۔ "آفتاب بولا۔"
 اچھا۔ جیسے تم لوگوں کی مرضی۔ ویسے میں سوچ رہا ہوں
 کہ آفتاب کو اس طرح کامران مرزا کے گھر میں پناہ بھی لینا پڑے گی۔
 خود کہاں ہیں۔ میں انہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔"
 "وہ ان دونوں شہر سے باہر گئے ہوتے ہیں۔ چند دنوں تک
 "خیر۔ میں ان کے آنے پر موزان سے ملاحظہ کروں گا۔
 اب ہم دونوں چلتے ہیں کہونکہ آپ لوگوں کی خواہش بھی یہی ہے
 تراب خان نے کہا اور سلمیٰ کو لے کر دروازے کی طرف بڑھے۔
 "مگر آپ کو یہ کب معلوم ہے کہ میرے آبا جان لا کمرہ کا
 "ارے انا حوالہ داسے۔" تراب خان چونک کر بولے
 تو میں سمجھوں گی کیا۔"
 "چلے۔ میں آپ کو کمرہ دکھا دوں۔" آفتاب نے

”پھر بھی ان کا بند کرے میں رہنا ہی سبتر ہوگا۔“

”اسی وقت آفتاب والپس آگیا۔ انہوں نے مذکر کے شہنشاہ پریم کو
کرے میں بیچ دیا۔ تاکہ وہ بھی آرام کر لیں۔ اب آفتاب اور کام
نے جلے کی سورت میں بچاؤ کے انتظامات شروع کیے۔ اس کام میں
آدھ گھنٹہ لگ گیا۔ اس کے بعد وہ اپنے کمرے میں آگئے۔ انہوں
کھڑکی کو اس طرح بند کیا کہ کوئی چشمی کھولنے کے باوجود بھی اس کے
اندروں میں نہ ہونے کے۔“

تمام کاموں سے فارغ ہو کر انہوں نے ہر طرف ایک نظر ڈالی اور
اشیمنان ہو گیا تو برآمدہ سے میں آکر بیٹھ گئے۔ وہ ہر طرح ہتھیاروں
لیں تھے اور حملہ آوروں کا بڑی بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔ ان
انہوں نے دیم کی آواز سنی۔

”یہ کیسی آواز تھی۔“ آصف نے چونک کر کہا۔

”شاید کوئی کوراہے۔“ آفتاب بولا۔

”لیکن کہاں؟ آصف اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”دشش۔“ شاید چھت پر۔ ہوشیار ہو جاؤ۔ وہ ممد

کی بجائے چھت کے راستے آ رہے ہیں۔“ آفتاب ہلکایا۔

”کیوں۔“ کیا ڈر لگ رہا ہے۔“

”دشش۔ میں بند دل نہیں ہوں۔ آؤ۔“ بیڑہ

کھڑے ہوتے ہیں۔“

”ہرگز رام کے مطابق انہوں نے اپنے ہتھیار، ہاتھوں میں لے لیے
ہیں۔“ نیچے دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑے ہو گئے۔ قیس
کھڑے ہو کر ہی انہوں نے کسی کے اترنے کی آواز سنی۔

ان کے ہتھیاروں والے ہاتھ وار کرنے کے لئے اوپر اٹھ گئے۔

ایک ایک کر کے بیڑھیاں اتر رہا تھا۔ ان کے دل دھک دھک

ہوتے تھے۔ وہ حیران تھے۔ بیڑھیاں اترنے والے تنہا تھا

جب کہ اس سے پہلے حملہ کرنے والے چار تھے۔ آخراں میں سے

ایک کیوں آیا۔ کیا آنے والا شمشیر بہادر خان۔

وہی ہے تو ہمیں اسے مہلت ہرگز نہیں دینی چاہیے۔

ایک ایک بیڑھیاں اترتا ہوا شخص ٹک گیا۔ جیسے اس نے

کھڑے کی بوسہ لگھ لی ہو۔ وہ چونک اٹھے۔ اور دم سادھ کر

کھڑے ہو گئے۔ ایک ایک انہوں نے ایک سرگوشی سنی۔

”خبردار کوئی حرکت نہ کرنا۔“ میں جانتا ہوں، تم زینے کے

ساتھ چھپ کر کھڑے ہو۔“ میرے ہاتھ میں پستول ہے اور تمہارے

ہاتھ میں آگیاں۔ اگر تم نے کوئی غلط حرکت کی تو خود جھگٹو گے۔“

سرگوشی کرنے والے کی آواز بھاری اور موٹی تھی۔ دونوں سن

رہ گئے، یہ آواز اپنی چار حملہ آوروں میں سے تو کسی کی نہیں ہو سکتی

تھی۔ پھر یہ اب کون آگیا تھا۔ اور وہ بھی اتنا چالاک کہ ان کے

پر گرام کو بھانپ گیا تھا۔ وہ حیران کھڑے سوچ ہی رہے
کہ آواز پھران کے کانوں سے بھگرائی۔

”اکیاں پیٹے گرا دو اور زینے کے سامنے آکر کھڑے ہو جا
دونوں نے ایک دوسرے کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا

جیسے پوچھ رہے ہوں۔ اب کیا کریں۔“

آنکھوں ہی آنکھوں میں کوئی فیصلہ کر کے انہوں نے اکیاں

قریب ہی گرا دیں اور خود سامنے آکر کھڑے ہو گئے۔

”بہت خراب۔ تم دونوں بھت سمجھ دار ہو۔“

کہنے والے نے یہ جملہ شاید مسکرا کر کہا تھا اس کی آواز میں کھٹک

آخر وہ ان کے سامنے آ گیا۔ انہوں نے دیکھا۔ دوسرے

پیر تک سیاہ کپڑوں میں ملبوس تھا۔ یہاں تک کہ اس کا چہرہ

میں چھپا ہوا تھا بس آنکھوں کی جگہ کپڑے میں دو سوراخ نظر آ

رہے تھے۔“

بھڑپ ہو گئی

تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟ آفتاب نے خوف زدہ ہوئے

”کون ہوں اور کیا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔ میں تمہیں نہیں جانتا۔

تم اس پستول کو تو دے دینا۔۔۔۔۔ تم اس پستول کو تو دے دینا۔

یہ ہے آواز ہے۔۔۔۔۔ جیسے تمہاری یہ فریاد پر پڑی

”اب مجھے بتاؤ۔ وہ لڑکی اور اس کا جوا کہاں ہے۔“

”وہ لڑکی اب بھی بہت آہستہ تھی۔ دھیان نہ دیا اور

وہ لڑکی اور اس کا چچا ہماری چادر میں چھپ کر غائب ہو گئے۔

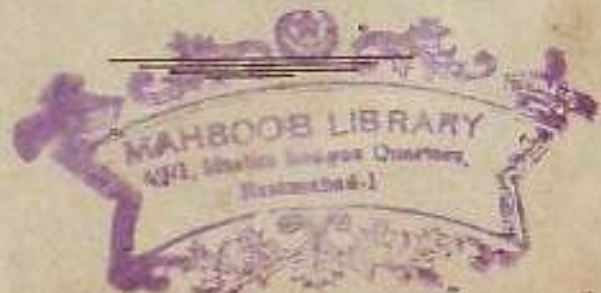
میں نے یہ پوچھا تھا کہ وہ کہاں ہیں؟ آواز میں سختی آگئی۔

”پتاہ میں آئے ہوئے لوگوں کے بارے میں بتانا ہماری عادت

نہیں ہے۔ آفتاب نے کہا۔

”میرے یہ اچھی عادت ہے۔ میں خود ہی معلوم کروں گا کہ

وہ کہاں ہیں۔“



”تمہارا ان سے کیا تعلق ہے — اصف نے پوچھا۔
 ”میں دوسروں کے سوالات کے جوابات کا عادی نہیں۔
 سیاہ پوش نے کمر درے لیے میں کہا۔
 ”تم حجت پر کس طرح پہنچے۔“
 ”گھروں کے دروازے بند ہوں تو میں چھتوں کے راستے اندر
 داخل ہو جایا کرتا ہوں۔“ اس نے جواب دیا۔

”تمہارا نام کیا ہے؟“ آفتاب نے تیزی سے سوال کیا، یہ سوچ
 کر کہ شاید جھوٹک میں بنا دے۔
 ”مجموعہ مشر سیاہ پوش کہہ کر بلا سکتے ہو، میں بڑا نہیں مانوں گا۔
 اس مرتبہ آواز میں ہلکی سی ہنسی شامل ہو گئی۔

”خیر۔“ اب تم کیا چاہتے ہو، ہم یہاں کب تک کھڑے
 رہیں گے سیاہ پوش نے پوچھا۔
 ”جی چھپا ہوا تھا بس آگے۔“
 ”رات بہت زیادہ بیت چکی
 رہے تھے۔“ ”ویر تک جاگتے نہیں رہنا چاہیئے۔“
 ”ہیں اپنے کپڑوں کا انتخاب ہے۔“
 ”ان سے میں نہیں ہوں گا۔“

”یہ نہیں ہو سکتا۔“ آفتاب نے جھٹکا کر کہا، اندھیل کی سی تیزی
 سے سیاہ پوش کا ہاتھ پکڑ کر اس کے ساتھ ٹٹک گیا۔ اس کا خیال
 تھا کہ ہاتھ نیچے جھکتا چلا جائے گا، لیکن دوسرے ہی لمحے وہ حیرت

”سیاہ پوش کے ہاتھ کی پوزیشن میں ذرا برابر بھی
 کی نہیں پڑا تھا۔“ وہ اب بھی اس طرح تنہا ہوا تھا تاہم اصف
 اس موقع سے فائدہ اٹھانے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ بلا کی تیزی
 سے سیاہ پوش کے پیچھے آیا اور اس کی گردن کے گرد بازو ڈال کر
 ہاتھ لگا کر اس کے ہاتھ ہی اس نے بازوؤں سے سیاہ پوش کی گردن پر
 ڈال ڈالنا شروع کر دیا۔ اب حالت یہ تھی کہ دونوں سیاہ پوش
 کے جسم سے چپٹے ہوئے لٹک رہے تھے۔
 ”بہت خوب۔“ کافی تیز ہو۔ سیاہ پوش نے ان کی
 طرف کی بھر بھرا۔

”اچھا اب اچھے بچوں کی طرح مجھے چھوڑ کر الگ ہٹ جاؤ۔“
 ”میں بھی چال چلوں گا۔“

”انہوں نے اس کی بات پر کوئی دھیان نہ دیا اور بدستور
 چلے گئے۔“ اصف گردن کو پوری طاقت سے دھار دیا تھا
 ”ابھی تک تو سیاہ پوش کا دم گھٹنا شروع ہوا نہیں تھا۔
 پہلے وہ کس مٹی کا بنا ہوا تھا۔“

”کوئی فائدہ نہیں ہو گا میرے نقشے دوستو۔“ مجھے چھوڑ دو۔
 ”ہرگز نہیں۔“ تم ہمارے گھر میں غیر قانونی طور پر داخل
 ہوئے ہو، ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔“ آفتاب نے ہاتھ
 بڑھائے۔

اس لئے ہم تمہارے استقبال کے لئے تیار تھے۔ سو دیکھو تو تمہارے شایان شان استقبال کیا ہے۔ اور شمشیر بادشاہ میں نے تو تمہاری بہت تعریف سنی تھی۔ تم تو چوہوں کی طرح پیچھے گئے۔ نہ جانے کیوں تم اس قدر مشہور ہو گئے تھے۔ آصف تم جاکر امی جاں کو موجودہ حالات سے باخبر کر آؤ۔ اور اس کی اور اس کے انکل کو بھی بتا دینا کہ چاروں حملہ آوروں کو پستول کے نشانے پر لیا جا چکا ہے۔ آفتاب کہتا چلا گیا اور آصف سر ہٹا ہوا اپنی انٹی کے کمرے کی طرف چلا گیا۔ اس وقت ایک بد معاش نے حرکت کرنے کی کوشش کی آفتاب چوڑیا بھر وار۔ اگر تم نے کوئی حرکت کی تو گول تمہارے سینے کے پار ہو گی، مجھے انارڈی نہ سمجھنا۔ ان کھنڈوں سے کھینا ہمارے لئے یہ کوئی پہلا موقع نہیں ہے۔ بے وقوف کامران مرزا کا گھر ہے جس سے بڑے بڑے مجرم کاپٹے ہیں، کیا تم سمجھتے ہو کہ ان کے بچے پستول چلانے میں انارڈی ہوں گے۔ ہرگز نہیں۔ اگر تم چاہو تو ہم تمہیں اپنے نشانے کا ٹھکانا ثبوت بھی دے سکتے ہیں۔ تباہ۔ میں تم میں سے کس کے کان کی لوٹاؤں۔

ان میں سے کوئی بھی کچھ نہ بولا شاید وہ کان کی لوٹاؤں کے موڑ میں نہیں تھے۔ بس کھڑے آفتاب کو کھلاتے رہے

دوسری طرف آفتاب نے اپنی چالاک کی سے آصف کو ایک دھک دیا تھا اور وہ بھی اس کی چال سمجھ گیا تھا۔ شہناز بیگم بھی تک جاگ رہی تھی۔ انہوں نے دروازے پر دستک سن کر فوراً دروازہ کھول دیا۔

”کیا بات ہے آصف۔ خیر تو ہے۔“
”چاروں حملہ آور آچکے ہیں“ اس نے بتایا۔

”ارے تو تم یہاں کیوں چلے آئے۔ وہ لوگ کہاں ہیں۔ کہیں وہ سٹری کے کمرے میں تو نہیں پہنچ گئے۔“
”جی نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ ہم نے اسٹیبلز کی زد میں رکھا ہے۔ آپ کی مذکر کی ضرورت ہے۔“
”لیکن ایک اور مصیبت بھی نازل ہوئی ہے۔“
”مذہ کیا؟ شہناز بیگم نے چونک کر پوچھا۔“

”وہ یہ کہ ان چاروں حملہ آوروں سے پہلے ایک سیاہ پوش بھی گھر میں داخل ہوا ہے۔ اس نے کمرے کے اندر ہمیں نشانے پر لے رکھا ہے۔ یہ تو آفتاب کی چالاک کی کریں یہاں آنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ اب صورت یہ ہے کہ ہم دروازے پر کھڑے سب انسپکٹر کو حالات سے باخبر نہیں کر سکے۔ کیونکہ اس کے لئے ہمیں دروازے پر یا چھت پر جانا ہوگا، لیکن ان دونوں سمتوں میں

جانے کے لئے اس کمرے کے آگے سے گزرنا پڑتا ہے جس میں سیاہ پوش چھپا بیٹھا ہے۔ اب ایک ہی صورت رہ جاتی ہے اور وہ یہ کہ ہم ایک پھر پولیس اسٹیشن کو فون کریں اور مزید پولیس بلا لیں۔

لیکن فون تو نواب خان نے تمہارے انکل کے کمرے میں رکھوا لیا ہے۔ شہناز بیگم پولیس۔

تو کیا ہوا۔ وہ دونوں تو ضرور جاگ رہے ہوں گے۔ ان کے دروازے پر جا کر آگے سے دستک دیں اور پھر انہیں بات بتا کر فون کروالیں۔ اس سے اچھا موقع پھر کب ملے گا۔

ٹیسک کہتے ہو تم چلو۔ میں فون کر کے آتی ہوں۔

شہناز بیگم نے کہا اور اپنے شوہر کے کپ کی طرف بڑھیں نہ کمرے کے اندر، اندھیرا تھا۔ شاید وہ لوگ سو گئے تھے، لیکن اب انہیں جگا کر فون کرنا بہت عذری کام تھا۔ اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا۔ اس نے انہوں نے بہت آہستہ سے دستک دی تاکہ آواز دوسری طرف نہ جا سکے۔ دستک کا کوئی نتیجہ نہ نکلا کہ سیکنڈ گزر گئے۔

آخر انہوں نے ایک پھر دروازہ کھٹکھٹایا۔ چند لمبے بعد، قدموں کا چپا پسٹلی آئی اور نواب خان کی سرگوشی ان

کمرے سے نکلا۔

کون ہے۔ بغیر تو ہے۔

میں ہوں۔ بیگم لامران مرزا۔ خطرہ سر پہ آہنچا۔

ایک فون کرنا ہے؟

فون کرنا ہے۔ لیکن کبے۔ نواب خان نے

دروازہ کھولے بغیر کہا۔ یہ گفتگو سرگوشیوں میں ہو رہی تھی۔

پولیس کو۔ مگر پولیس تو دروازے پر پہلے ہی موجود ہے۔

نواب خان نے حیران ہو کر کہا۔

انہوں نے ہم ان لوگوں کو مدد کے لئے نہیں بلا سکتے۔

اس وقت صورت حال کچھ ایسی ہی ہے۔

بیت اچھا۔ میں دروازہ کھولتا ہوں۔

دوسرے لمبے چٹنی کرنے کی آواز آئی۔ شہناز بیگم

اندروخل ہوئیں۔ اب کمرے میں نیرود کا بلب مل رہا تھا۔

انہوں نے دیکھا۔ کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ وہ دروازہ

بھونکے۔ نواب خان اور سلمیٰ دروازے کے پیچھے دھکا

دے لگ کر کھڑے تھے۔

ہم احتیاطاً یہاں کھڑے ہو گئے تھے۔ یہ بھی تو

ہو سکتا تھا کہ دشمن آپ کی کمر پر پتوں کی نال رکھ کر دروازہ

کھولا رہے ہوں۔

”آپ نے ٹھیک کہا۔ آپ بہت عقل مند ہیں۔“
شہناز بیگم نے مسکرا کر کہا۔

”اب بتائیے بات کیا ہے۔“

”بات جمانے کا وقت نہیں ہے۔ پہلے میں فن کروں
گی، پھر باہر جا کر حالات کا جائزہ لوں گی اور اس کے بعد آکر
آپ کو سب کچھ بتاؤں گی۔ لیکن پہلے آپ دروازہ تو اندر سے
بند کر لیں۔ ایسا نہ ہو کہ اس دوران دشمن کا وار چل جائے اور
وہ یہاں پہنچ جائیں۔“

”اوہ! نواب خان کے منہ سے نکلا۔ پھر اس نے فوراً
دروازہ بند کر دیا۔“

شہناز بیگم نے رسیوں اٹھا کر کان سے لگایا اور بڑبڑائی
کرتے چاہے، لیکن دوسرے ہی لمحے وہ چونک اٹھیں۔ انہوں
نے پریشان ہو کر دو تین بار کرنیل پر ہاتھ مارا۔
”کیا بات ہے۔“

”معلوم ہوتا ہے، دشمن نے تار کاٹ دیے ہیں
لائن مروہ ہے۔“

”اوہ! اب کیا ہو گا۔“ نواب خان کے منہ سے نکلا۔
”دھمک نہ کریں۔ کیا آپ سو رہے تھے۔ جب میں
نے دروازہ کھٹکھٹایا۔“ انہوں نے پوچھا۔

”موتو نہیں رہے تھے۔ اونگھ ضرور رہے تھے۔“
”ہاں۔ میں باہر جا کر حالات کا جائزہ دیتی ہوں۔ آپ دروازہ
بند رکھیں اور جی بھی بچھا دیں۔“

”یہ بات ہے۔ مجھے بہت افسوس ہے کہ ہماری وجہ سے
لوگ بھی مصیبت میں گھر گئے ہیں اور بے آرام تو ہو ہی رہے
ہیں۔“

”کوئی بات نہیں۔ اس قسم کے حالات ہمارے لئے نئے نہیں
ہیں تو ایسا ہوتا ہی رہتا ہے۔“ انہوں نے کہا اور
گراتے ہوئے باہر نکل گئیں۔ ساتھ ہی انہوں نے اپنے

دروازہ بند ہونے اور جتنی گھنٹے کی آواز سنی۔ اب ان کا
سمن کی طرف تھا۔ وہاں حالات ان کے حق میں تھے۔
نواب ابھی تک پستول تانے کھڑا تھا۔ مجرموں کے ہاتھ
پر لٹھے ہوئے تھے۔

”کیا یہاں سب کچھ ٹھیک ہے۔“ شہناز بیگم نے
سکون آواز میں پوچھا۔ انہوں نے سوچا، باتیں کرتے
کے دوسری طرف نکل جائیں گی اور اس طرح نقاب پوش کو پتہ
ہو جائے گا۔ لیکن ہوا کچھ اور ہی تھی۔ ان کی آواز سن کر نواب
نے ان کی طرف دیکھ لیا اور یہی اس کی بڑی غلطی تھی۔ اسی
وقت شمشیر خان اس سے ٹکرایا اور وہ دھڑام سے نیچے گر پڑا۔

دروازہ نور و نور

آصف نے دروازے پر پہنچتے ہی اپنے زور سے دھڑکایا
اور قریباً چلا کر بولا —

دروازے پر میں ہوں آصف — فوراً دروازہ کھول دیں
میں اندر آنا چاہتا ہوں — اگر ایک سیکنڈ کے اندر دروازہ نہ کھولا
تو میں اندر نہیں آسکوں گا اور پھر ہم میں سے کوئی بھی آپ لوگوں
کے لئے کچھ نہ کر سکے گا۔

یہ الفاظ اس نے بلا کی تیزی سے کہے تھے۔ دروازہ فوراً
کھل گیا — آصف پھرتی سے اندر داخل ہوا اور دوسرے
دو لمحوں میں اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

”کیا ہوا — خیر تو ہے۔“ تراب خان نے پوچھا
”باہر ایک دم پانسہ پلٹ گیا تھا۔“ نپتول دشمنوں کے
دشمنوں میں چلا گیا تھا، لیکن اس سے پہلے کہ وہ دروازے
کے لئے یہاں پہنچتے ہیں دوڑ پڑا۔ اب میں آپ
کے ساتھ اندر ہوں جب کہ باقی لوگ باہر ہیں۔“

اس کے ساتھ ہی شمشیر کا ایک ساتھی آفتاب کے اوپر
دوسرے ہی لمحے پستول اس کے ہاتھ میں نظر آیا۔

”قتلہ ختم ہوا۔“ جادو — سلمیٰ اور تراب خان کو نکال
ہم انہیں لے کر یہاں سے فوراً روانہ ہو جائیں گے۔ شمشیر
نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا۔ اب اپنے ساتھی سے ملے
اس نے پکڑ لیا تھا۔ چار بیگم گم سم کمری تھیں۔ اس نے
ان کی وجہ سے پانسہ پلٹ گیا تھا۔ انہوں نے افسوس
بیجے ہیں کہا۔

”مجھے افسوس ہے۔“ آفتاب — آصف —
وجہ سے ہوا۔

”کوئی بات نہیں اتنی آفتاب مسکرایا۔
”آپ فکر نہ کریں انہی — ہم اب بھی ان لوگوں کو
تدم پر مقابلہ کریں گے۔ اتنی آسانی سے انہیں سلمیٰ
تراب خان کو لے جانے نہیں دیں گے۔“

یہ کہتے ہی آصف نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور پھر
ہوا کا مزان مرزا کے کمرے کی طرف چلا گیا۔ شمشیر
ان کے ساتھی ہنر گزہ کر رہے تھے۔ خود آفتاب اندر
ہیں نہ سمجھ سکے کہ آصف اس طرح اچانک کیوں دوڑ گیا
پھر وہ سب افراد تفری کے غائب ہوئے کی طرف دوڑے۔

”اودہ اب کیا ہوگا۔ تم یہاں اندر تو آگئے ہو، سوال ہے کہ اکیٹے کیا کر لو گے۔“ قراب خان نے پریشاں ہو کر کہا۔

”بہت کچھ کر لیں گے۔ آپ دیکھتے بائیے۔“
”یا اللہ یہ ہم کس مصیبت میں پھنس گئے۔“ سلمیٰ کے منہ سے نکلا۔

”مگر نہ کریں۔ میں شب سبھال ہوں گا۔“
”کتنے عجیب حالات ہیں۔ گھر کے باہر پولیس والے موجود ہیں، لیکن وہ ہماری کچھ بھی مدد نہیں کر سکتے۔“ انہیں کیا معلوم کہ اندر کیا ہو رہا ہے۔ ”آصف کے منہ سے نکلا۔

”لیکن اس دھماکہ چوڑی کی آواز ان تک کیوں نہیں پہنچی؟“ شاید وہ اونگھ رہے ہوں۔“ آصف بولا۔
اس وقت دوڑتے تدموں کی آواز نے انہیں چونکا دیا۔ آواز میں کمرے کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ آفتاب نے چلا کر کہا۔

”خبردار، تم میں سے کوئی دروازے کو ہاتھ بھی دگنے کی کوشش نہ کرے۔“
”وہ کیوں۔“ تہااری اطلاع کے لئے ہم عرض کر دیں

”دروازہ چند منٹ کے اندر اندر توڑ دیا جائے گا۔“
”ابہرے شمشیر مہادور خان نے کہا۔

”اول تو دروازہ چند منٹ کے اندر ٹوٹنے سے رہا، پھر اگر تم کامیاب بھی ہو جاتے ہو تو دروازہ ٹوٹنے میں سے چار فائر ایکس دم ہوں گے اور تم فرش پر تڑپتے ہو آؤ گئے۔“ میرا دور کر اس کمرے میں آئے کا مقصد ہی یہی تھا کہ یہاں ہماری میں انکل کا مرنے کا پستول رکھا تھا ہے۔ اب وہ پستول میرے ہاتھ میں ہے۔“
”مگر تمہارے ہاتھ میں پستول کہاں ہے۔“

”قراب خان کے منہ سے نکل گیا۔ اندر پھر اس نے ایک ہاتھ منہ پر رکھ لیا۔ آصف نے اسے بڑی طرح گھور کر دیکھا۔ ساتھ ہی باہر سے شمشیر مہادور کی چمکتی آواز اس کے کانوں سے ٹھکرائی۔

”بہت خوب۔ تو تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تمہارے ہاتھ میں پستول و ستول کچھ نہیں ہے۔ چلو۔ دروازہ توڑ دو۔“ دیکھو۔ اس کام میں دیر ہرگز نہ لگے۔
”بہت بہتر۔“

”تین آدمی ایک ساتھ دروازے پر کھدے مارتے لگے۔ شمشیر کے ہاتھ میں پستول تھا اور اس کی نال کا رخ آفتاب اور

شہناز بیگم کی طرف تھا دونوں دم بخود کھڑے حالات تیزی پر غور کر رہے تھے۔ جب سے یہ چکر شروع ہوا ہے وہ پہلے واقعات پیش آرہے تھے اور انہیں سبکوں کی سانس تک لینے کی مہلت نہیں ملی تھی اور یہ چکر شروع ہوا تھا اس وقت سے جب وہ عاروق صاحب کو رخصت کر کے بعد اپنے کمرے میں سونے کے لئے گئے تھے اور وہاں سلی دراب کو کونے میں دبکا ہوا پایا تھا۔

”یہ آپ نے کیا کیا؟“ اندر سے آصف کی آواز سنائی دی۔ اس نے یہ جملہ تراب خان سے کہا تھا۔

”بس۔۔۔ سوچتے سمجھتے بغیر منہ سے نکل گیا۔ اب کیا ہو گا۔“

”اب آپ اکی تباہی میں آپ کے لئے کیا کر سکتے ہوں۔ میں نے تو ایسی چال چلی تھی کہ سانپ بھی مر جائے اور لائیو بھی نہ ٹوٹے مگر آپ کے جملے نے کام خراب کر دیا۔“

”تو کیا یہ لوگ دروازہ توڑنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

”خیال تو یہی ہے۔“

”پھر دروازے توڑوانے سے کیا فائدہ۔۔۔ دروازہ خود ہی کیوں نہ کھول دیا جائے۔“ تراب خان نے کہا۔

”کم از کم میں اپنے ہاتھوں سے آپ لوگوں کو دشمنوں کے جوابے میں نہیں کروں گا۔ یہ فیجے سے نہیں ہو سکتا۔“

”کوئی بات نہیں۔ اس وقت تک آپ لوگوں نے سانس تک لینے کی مہلت نہیں ملی تھی۔“ تراب خان کی آواز میں تھا اس وقت سے جب وہ عاروق صاحب کو رخصت کر کے بعد اپنے کمرے میں سونے کے لئے گئے تھے اور وہاں سلی دراب کو کونے میں دبکا ہوا پایا تھا۔

”یہ آپ نے کیا کیا؟“ اندر سے آصف کی آواز سنائی دی۔ اس نے یہ جملہ تراب خان سے کہا تھا۔

”بس۔۔۔ سوچتے سمجھتے بغیر منہ سے نکل گیا۔ اب کیا ہو گا۔“

”تو کیا یہ لوگ دروازہ توڑنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

”خیال تو یہی ہے۔“

”پھر دروازے توڑوانے سے کیا فائدہ۔۔۔ دروازہ خود ہی کیوں نہ کھول دیا جائے۔“ تراب خان نے کہا۔

گیا ہے۔ — باہر سے شمشیر میاں در لکھارا۔

مذکورہ ہوں۔ "تراپ خان بول۔"

” منہیں۔ دروازہ نہیں کھولا جائے گا۔ تم دروازہ
کھول کر اس کمرے کے اندر قدم رکھ سکو گے۔“ اس صنف
میں بھی اور کیا۔

”ٹھیک ہے آصف۔ دروازہ مت کھولنے دینا۔ نقصان ہوتا تو ہو جائے۔ یہ ہمارے ریت کے خلاف ہے۔ مہمانوں کو آسانی سے دشمن کے حوالے کر دینا ہمارا اصول نہیں۔“

”بابر سے شہنشاہ بیگم پکار رہی۔“

”خبردار۔ تم چپ رہو۔ ورنہ گولی چلا دوں گا۔“

”آصف نے شہنشاہ بیگم کا یہ حکم سنا تو دروازے میں آکر کھڑا ہو گیا اور مسکرا کر بولا۔“

اب تو میں ہرگز آپ کو دروازہ نہیں کھولنے دوں گا۔

”اف اس سے نامہ کیا ہوگا۔“ تراب خان نے
الہجہ کر کہا۔

وہ بے شک کچھ نامزد نہ ہو کل کوئی ایسی یہ قطعہ
تو نہ دے سکے گا کہ ہم نے اپنے ہاں پیادہ لینے والوں
کو دشمن کے حوالے کرنے میں ذرا ایسی کوئی رکاوٹ

”بہنیں پیدا کی۔“

”اچھا جیسے آپ لوگوں کی مرضی۔ میں تو یہی بہتر۔“

مکتھا تھا کہ دروازہ نہ ٹوٹے اور آپ کا نقصان نہ ہو۔"

آپ ہمارے نقصان کی پروا نہ کریں۔ میرے

انکل اتنے غریب نہیں ہیں۔ وہ ایک بہت بڑے

نواب کے بیٹے ہیں اور ان کی ساری حیثیت ادا کے وارث

ہیں — یہ انسپکٹری نو انہوں نے صرف سو فی لی خاطر

اختیار کر رہی ہے، ورنہ انہیں کو خواہش ہی ضرورت

تین خانہ لیتے تھے منہ پر "کفایتیاب کرتا حلال کیا"۔

وہ کیا کرے۔ تنخواہ نہیں لگتے۔

مذہبی ہاں ! انہوں نے اپنی تنخواہ اکم بیوہ کے نام

کھنوار کھسے۔۔۔ وہ ہر ماہ جاتی ہے اور ان کی جگہ تنخواہ

وصول کرتی ہے۔“

”کمال کے آدمی ہیں یہ کامران مرزا۔“ تتراب خان کے

منہ سے نکلا۔

”ابھی آپ نے انہیں ویلجھا ہی کہاں ہے۔ بس

دن درمیدیا کے کو معلوم ہو گا کہ میں کس سے اس کا پر

اصحاب کے مرنے ہو کر رہا۔ دراصل اس کے اہل بیت باوجود

میں الجھایا تھا تاکہ وہ چٹنی کھونٹے پر فہم نہ کریں۔ دوسری طرف دروازے پر بدستور حکمرین ماری جا رہی تھیں۔ اب اس کے قبضے اکھڑنے لگے تھے۔ آصف کی نظر ان قبضوں پر جمی تھی اور باتیں وہ تراب خان سے کر رہا تھا۔ اس دوران سسلی خاموش کھڑی اس کی طرف تکتی رہی تھی۔ اس نے نہ کوئی سوال پوچھا تھا نہ کوئی بات کی تھی۔ شاید وہ آنے والے لمحات کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ اچانک دروازہ دھڑام سے اندر کی طرف گرا۔

”تراب خان۔ اب ظلم سسلی کی انگلی پکڑ کر باہر آ جاؤ۔ کھیل ختم ہو چکا ہے۔“

”ہاں اکھیل ختم ہو چکا ہے۔“ تراب خان کے منہ سے مسرت زدہ انداز میں نکلا۔

”اب اگر تم نے دیر کی تو ہم تم دونوں کو یہیں ختم کر دیں گے۔ جب کہ ہم ایسا نہیں چاہتے، ہم تو تمہیں تمہارے گھر لے جا کر وہیں ختم کریں گے۔“

شمشیر مہار خان کا یہ جملہ سن کر آفتاب اور آصف دل ہی دل میں خوش ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ سسلی اور تراب خان کی زندگی بچانے کا انہیں ایک اور موقع پاتھ آ رہا تھا۔ ان کے میاں سے نکلتے ہی وہ پولیس کو

فون کر دیں گے۔ دوسری طرف انہیں کئی بار سب انسپکٹر اور کانسٹیبلوں کا بھی خیال آیا تھا۔ گھر میں اس قدر دھماکا ہو چکا تھا کہ باوجود ان کے کانوں پر جوں مہینیاں لگی تھیں اور وہ حالات معلوم کرنے نہیں آتے تھے۔ انہیں اس پر بھی حیرت تھی اور وہ سوچ رہے تھے کہ ابھی تو ان پر معاشوں کو گھر کے دروازے پر سب انسپکٹر اور اس کے ساتھیوں سے بھی ٹکرا رہا تھا۔

پھر تراب خان سسلی کے ساتھ باہر نکل آیا۔ سسلی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ اس نے آفتاب اور شہناز بیگم کی طرف دیکھا اور پھر نظریں جھکا دیں۔

”ہمیں انوسس ہے ہم تمہارے لئے کچھ نہ کر سکے۔“

”کک کوئی بات نہیں۔“ سسلی کے منہ سے نکلا۔

”کچھ کیوں نہ کر سکے، کیا تو بہت کچھ ہے۔“ شہناز بیگم

قسمت ہی خراب ہے۔“ تراب خان نے کہا

”اوہ۔ یہ کچھ بھی نہیں۔ اگرچہ سچو کہہ جاؤ تو اس

وقت حالات مختلف ہوتے۔“ آفتاب بولا

”بہت باتیں ہو چکیں۔ اب ہمارے پاس شاک کرنے

کے لئے وقت باطل نہیں ہے۔“ شمشیر مہار خان نے

کہا۔ ”پلو میاں۔“ تراب خان بولا۔

”تم دونوں ہمارے آگے آگے چلو گے۔ خبردار کوئی حرکت نہ کرنا۔ اور یاں۔ پہلے ان تینوں کو باندھنا بھی لازمی ہے۔ کہیں یہ ہمارے جاتے ہی کوئی اور حرکت نہ کر بیٹھیں۔“ اچانک بشمیر خان کو نہیں آیا۔ پھر وہ اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہوا۔

”جبریل۔ جیسے۔ جنگو۔ کمرے کے اندر سے، کرسیاں نکال لاؤ اور امنیں کمرے سے بھر دو۔“
”جی اچھا۔“ تینوں پکٹے پکٹے کمرے میں گھس گئے اور تین کرسیاں نکال لائے۔ فوراً ہی انہوں نے اپنی جیبوں سے بریشم کی ڈکریاں نکالیں اور امنیں کرسیوں سے باندھنا شروع کر دیا۔ اچانک آصف کے منہ سے نکلا۔

”ارے۔“

اس کی آنکھوں میں جلد کی حیرت بخشی بشمیر بہادر خان چونک اٹھا۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔ کوئی میں نہیں تھا۔ اس کے چہرے پر الجھن کے آثار نمودار ہوئے۔

”کیا بات ہے۔ تم نے ارے، کیوں کہا تھا۔“

”کیوں۔ کیا ارے، کہنے پر پابندی ہے۔“ آصف نے مذاق اڑانے والے لہجے میں کہا۔

”میں نے پوچھا ہے، تم نے ارے کیوں کہا تھا۔“

”میں یونہی منہ سے نکل گیا۔“ آصف مسکرایا۔

”میںیں۔ ضرور کوئی بات تھی۔“ بشمیر بہادر خان بولا۔

”مگر کوئی خاص بات تھی بھی تو تمہیں نہیں بتاؤں گا۔“

جو کہہ سکتے ہو کہہ لو۔“

”ارے کے مجھے مجبور نہ کرو میں سختی بھی کر سکتا ہوں۔“

”مقام بھی ہمیں مجبور نہ کرو۔ ہم تمہیں ہر بات بتانے کے پابند نہیں ہیں۔“ آصف نے آکر کہا۔

”اور کہا۔ ہم کوئی ملازم ہیں تمہارے۔“ آفتاب بولا۔

”تم یوں نہیں بتاؤ گے۔“ بشمیر بہادر نے جھلا کر کہا۔

”تو کیسے بتاؤں گا۔“ آصف نے غصے سے پوچھا۔

”ایسے۔“ یہ کہہ کر اس نے پستول کی نالی شہنشاہی

کی کن پٹی پر رکھ دی اور بولا۔

”اگر تم نے فوراً ہی بتا، شورش نہ کرو یا تو میں گولی چلا

دوں گا۔“

”اور پھر فاشر کی آواز سن کر سارا محل میاں آ موجود ہوگا۔“

پھر تم فرار نہیں ہو سکو گے۔“ آفتاب مسکرایا۔

”ارے، وقوف رکھو۔“ پھر پستول بے آواز ہے۔ اس

پر سائیکس چڑھا ہوا ہے۔“

”بہت خوب تو یوں کہو پورے انتظام کے ساتھ آئے

ہو تم — خیر — پستول کی نالی میری تاشی کی کن پٹی پر سے
 ہٹا لو — میں جتا رہا ہوں —
 ہرگز نہیں — آصف — اگر وہ کوئی خاص بات ہے تو اسے
 ہرگز نہ بتانا — یہ شہجہ گولی مارتا ہے تو مارے — مشہجہ بڑی بیک
 چلا میں —

”نہیں — یہ نہیں ہو سکتا — میں آپ پر گولی چلتے نہیں دیکھ
 سکتا اور وہ کوئی اتنی خاص بات بھی نہیں ہے —“
 شمشیر سبادر خان نے پکڑا تے ہوئے پستول کی نالی ہٹالی۔
 ”ہاں، ناب بناد — کیا بات تھی — متبارے منہ سے
 اڑے کیوں نہ لگا تھا —“
 ”بات دراصل یہ تھی کہ —“

”مشہجہ — تم نہیں — یہ بات اسے میں بتاؤں گا —“
 ”نہن میں ایک کسر در کی آواز گونجی، وہ بولکھا کر مڑے۔
 ساتھ ہی ایک فائزر ہوا لیکن فائزر بے آواز تھا۔



سیاہ پوش کی کہانی

فائزر کی آواز کے ساتھ ہی شمشیر سبادر خاں کا پستول اس کے ماتھ
 سے نکل کر ہوا میں اچھلا اور پھر دوش پر گر گیا — اس کی نالی
 مدھن تھی اور اب وہ استعمال کے قابل نہیں رہ گیا تھا۔
 انہوں نے دیکھا، ان کے سامنے سیاہ پوش جتنا کھڑا تھا۔
 کے داہن ہاتھ میں پستول تھا جس کی نالی سے ابھی تک دھواں
 نکل رہا تھا —

”اس لڑکے کو دراصل میرا خیال آ گیا تھا — اس لئے اس
 کے منہ سے اسے نکل گیا تھا —“ نقاب پوش کی بھاری اور
 بھاری آواز سنائی دی۔

”مکون ہو تم —“ شمشیر خان نے منہ بنا کر پوچھا
 ”اگر میں نے اپنا نام بتا دیا تو دھڑام سے گر دے اور بے
 ہوش ہو جاؤ گے، مگر میں سیاہ نہیں چاہتا، میں تو چاہتا ہوں، تم
 اپنے پیروں پر کھڑے رہ کر مجھ سے دو دو باتیں کر سکتے رہو
 — باتیں — جنہیں شاید تم پسند نہ کرو۔“

”اچھا تو آؤ۔ اسی کمرے میں بیٹھ جاتے ہیں۔“
شمشیر خان نے قوسے دروازے والے کمرے کی طرف اشارہ
کر کے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ویسے یہ دروازہ تو تم نے یہ نہیں بتلایا
تہا را کام تو اس کے بغیر بھی چل سکتا تھا۔“

”کیا مطلب؟“ شمشیر خان نے چمک کر کہا۔ اس مرتبہ
اس کے چوکنے کے انداز میں نہ جانے کیا بات تھی کہ آفتاب
اور آصف بھی چمک سے گئے۔ انہوں نے غور سے شمشیر بہادر
کی طرف دیکھا اور سوتح میں ڈوب گئے۔ ان کی پریشانی
میں لمحہ بہ لمحہ اضافہ ہونے لگا۔ نہ جانے کیا بات تھی۔
انہیں اپنے دل بیٹھتے محسوس ہوئے۔ انہوں نے سنا
نقاب پرش کہہ رہا تھا۔

”مطلب تو تم اچھی طرح جانتے ہو۔ خیر چلو۔ اس کمرے
میں چلتے ہیں۔“ پہلے تم لوگ اندر داخل ہو گئے۔
پھر میں۔ اگر کسی نے بھی کوئی حرکت کر نہ کی تو شمس
کی تو میں سوچے سمجھے بغیر گول چلا دوں گا۔“
تم دیکھ اسی چمکے ہو، اتفاق سے میرا پستول بھی ہے
آواز ہے۔“

شمشیر بہادر خان اور اس کے ساتھیوں کا مارے حیرت

”پتا نہیں تم کیا کہہ رہے ہو۔ میں اتنا ڈر پوک بھی نہیں
کہ تمہارا نام ہی سن کر بے ہوش ہو جاؤں گا۔ اس خوش فہمی
کو ذہن سے نکال دو۔“

”چلو نکال دی۔ نہیں بتاتا اپنا نام بھی۔ لیکن کچھ باتیں
تو ایسی ہیں جو بتانا پڑیں گی۔“

”کہو۔ کیا کہنا چاہتے ہو۔“ شمشیر خان نے اس طرح
لا پرواہی سے کہا جیسے پستول سیاہ پوش کے ہاتھ میں نہیں
اس کے ہاتھ میں ہو۔

”کیا یہ ستر نہ ہو گا کہ ہم اطمینان سے بیٹھ کر باتیں کر لیں
سیاہ پوش نے کہا۔“ اس طرح کب تک کھڑے رہیں
گئے۔“

”تو تمہاری باتوں میں دیر لگے گی۔“ شمشیر خان نے تھلا
کر کہا۔

”ہاں۔ اس کا امکان ہے۔“ سیاہ پوش کے لہجے
سے صاف ظاہر ہوا کہ اس نے یہ جملہ مسکرا کر کہا ہے۔
”لیکن میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔“

”مجبوری ہے۔ پستول اس وقت میرے ہاتھ میں ہے
اگر تم خوشی سے میری باتیں سنتا نہیں چاہتے تو میں زبردستی
سنائوں گا۔“

اور غصے کے بُرا حال تھا۔ حیرت انہیں اس پر تھی کہ یہ اچانک سیاہ پوش کہاں سے آڑھ کا اور غصہ اس کی باتوں پر آ رہا تھا۔ سلمیٰ اور تراب بالکل خاموش تھیں۔ جیسے اس پورے ہنگامے سے ان کا کوئی تعلق ہی نہ ہو۔ حالانکہ یہ کہانی سلمیٰ سے ہی شروع ہوئی تھی۔ آفتاب آفتاب حیران تھے کہ آخر یہ سب چکر کیا ہے۔ یہ سیاہ پوش کون ہے اور کیا چاہتا ہے۔ جب سے ان حالات کی ابتدا ہوئی تھی۔ انہیں سوچنے سمجھنے کے لئے ایک منٹ بھی نہیں ملا تھا۔ بس وہ حالات کے سیٹے میں پہنے جا رہے تھے اور یہ ریل اس قدر تیز تھا کہ وہ کسی تنگے کا سہارا بھی نہ لے سکے تھے۔ اب اس وقت حالات نے ایک بار پھر پلٹا کھایا تھا، کیا ایک بار پھر پلٹ گئی تھی اور صورت حال اب نقاب پوش کے ہاتھ میں تھی۔ اس وقت وہ ہیرو بنا کھڑا تھا۔ اسے مین آفتاب کے سینے سے آہ لگئی اور اس نے دل ہی دل میں کہا۔ کاش: اس وقت ابا جان یہاں ہوتے۔ مگر وہ یہاں کہاں وہ تو دوسرے شہر میں نہ جانے کس ضروری کام میں مصروف ہوں گے۔ بغیر ضروری کام کے تو وہ شہر سے باہر جاتے ہی نہیں تھے۔ وہ کمرے میں داخل ہوئے۔ فرش پر ابھی تک دروازہ

ٹوٹا پڑا تھا۔ سیاہ پوش نے شمشیر بہادر کے تینوں ساتھیوں، سے کہا۔ "اے تم تینوں نے توڑا تھا۔ اب اٹھاؤ گے بھی تم ہی، مہربانی فرما کر اسے دیوار کے ساتھ لگا دو تاکہ ہم اطمینان سے بیٹھ سکیں۔"

میں کہتا ہوں، جو کچھ کہا ہے، جلدی کہو۔ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔" شمشیر بہادر نے عزا کر کہا میں جانتا ہوں۔ تمہارے پاس وقت نہیں ہے۔ مگر مجھے انصاف سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ میرے پاس کافی وقت ہے۔ شاید یہ بات بھی اس نے مکر کر کہی تھی۔

"اچھی بات ہے۔ اس وقت، وقت کی باگ ڈور، تمہارے ہاتھ میں ہے، جو دل چاہے کر لو، لیکن یاد رکھو میں تمہارا وہ حشر کروں گا کہ تمہاری آنے والی نیلیں بھی یاد رکھیں گی۔ میرا نام بھی شمشیر بہادر خاں ہے۔"

"میں جانتا ہوں شمشیر بہادر خاں کے نام سے بڑے بڑے کا پتے ہیں مگر میں ان میں سے نہیں، اور پھر تم تو۔" سیاہ پوش کچھ کہتے کہتے رُک گیا۔

حاور پھر کیا۔" شمشیر خاں چوڑا

"مجھے تفصیل سے ہی بتانا پڑے گا تب ہی ساری بات سب

لوگوں کی سمجھ میں آئے گی۔

”آخر بات کیا ہے۔ تم پہیلوں میں کیوں باتیں کر رہے ہو۔“ شبنم ناز بیگم نے جھٹکا کر کہا۔

”تم ناموش رہو بڑی بی۔“ سیاہ پوش کے منہ سے یہی بڑی بی۔ میں تمہیں بڑی بی نظر آتی ہوں۔ یعنی کہ

بڑھیا۔ شبنم ناز بیگم سے رہ گئیں، انہیں اس نام سے آج تک کسی نے نہیں پکارا تھا۔

”میں غور توں کو بڑی بی ہی کہا کرتا ہوں۔ بڑا ماننے کی نہیں۔“ سیاہ پوش بولا۔ شاید وہ کوئی بہت اہم خوش مزاج آدمی تھا۔

”تو کیسے جناب! آپ ہماری انی کو جبری بی نہ کیجیے گا اور ہم آپ کا کوئی لحاظ نہیں کریں گے۔“ آفتاب نے بڑا منہ بٹا کر کہا۔

”اور کیا۔“ آصف چبکا، ”اور اگر پستول کی وجہ سے لحاظ کرنا ہی پڑ گیا تو رو تو ضرور دیں گے۔“ اس کا انداز مذاق اڑانے والا تھا۔

”شاموش۔ یہ وقت تو ان باتوں کا نہیں ہے۔“ شبنم ناز نے انہیں ڈانٹا۔

”جی بہت اچھا۔“ آفتاب نے سعادت مندی سے کہا۔

”جب مذاق کا وقت شروع ہو جائے، تبا دیجیے گا، ہم شروع کر دیں گے۔“ آصف نے بھی جلدی سے کہا۔

”تم دونوں باز نہیں آئے۔“ جی آگئے۔ ”دونوں ایک ساتھ ہوئے۔“

”مشر سیاہ پوش۔ میں نے درخواست کی تھی کہ ہمارے پاس وقت، بالکل نہیں ہے، تمہیں کچھ کہنا ہے جلد کہو۔“

”ختم کون ہو اور ہم سے کیا چاہتے ہو، تمہارا ہمارا جھگڑا کیا ہے، کچھ بتا بھی تو چلے۔“

”بتا چلے گا اور ضرور چلے گا۔ اور جب چلے گا تو تم سر کر ڈے کر رو گے۔“ سیاہ پوش بولا۔

”یہ کیا بکواس ہے۔ میں کہتا ہوں۔ صاف صاف کہو کیا بات ہے۔“

”بہت اچھا۔ اگر تم بہت جلدی میں ہو اور بالکل صاف صاف سنا چاہتے ہو تو سنو۔ ایسی حیرت انگیز کہانی تم نے آج سے پہلے کبھی نہ سنی ہوگی، حالانکہ یہ تمہاری اپنی کہانی ہے۔“

”یہ بھی یہ کہہ کر کہ اس نے اتنی حیرت انگیز کہانی کبھی نہ سنی ہوگی۔ لیکن آج ایسا ہی ہے۔ تمہارے ساتھ تمہارے ساتھیوں اور ان لوگوں نے بھی اتنی زبردست اور معرکتہ آرا

کہانی کبھی نہ سنی اور پڑھی ہوگی۔
 ”تو آپ ہمیں کہانی سنانے آئے ہیں۔“ آصف نے
 پُرسکوں آواز میں کہا۔

”ہاں۔ بالکل۔“ سیاہ پوش نے اسے گھورا۔
 ”ایسی صورت میں اس پستول کی کیا ضرورت۔ اسے جیب
 میں رکھ لیں۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ پستول کی عدم
 موجودگی میں بھی کہانی اتنے غور سے سنیں گے جتنے غور سے
 پستول کو سامنے پا کر۔“ آفتاب کہتا چلا گیا۔

”بالکل ٹھیک۔ ہم کوئی پستول کے مجھ کے ہیں۔“
 آفتاب بولا۔

”تم دونوں کی زبان بہت چلتی ہے۔“ سیاہ پوش
 نے تیز لہجے میں کہا۔

”جی۔ صرف زبان ہی نہیں، ہاتھ اور پیر بھی چلتے ہیں۔“
 جینے ابھی تھوڑی دیر پہلے زینے کے پاس چلے تھے
 جب تمہارے ہاتھوں میں ہاکیاں تھیں۔“ سیاہ پوش
 نے طنز پر لہجے میں کہا اور دونوں بھیچپ کر رہ گئے۔

”ارے! تم شرمندہ ہو گئے۔ خیر کوئی بات نہیں۔
 میں آئندہ تمہیں یہ بات یاد میں دلاؤں گا۔“ ہاں۔ تو میں کہہ
 رہا تھا کہ یہ ایک حیرت انگیز ہی نہیں۔ سنسنی خیز اور ہنگامہ

پرور کہانی بھی ہے۔“

”کیا آپ کوئی جاسوسی ناول سنانے والے ہیں۔“
 آفتاب سے رہانہ گیا۔“

”یہی سمجھ لو۔ اگر یہاں کوئی جاسوسی ناول نگار موجود
 ہوتا۔ تو اس کہانی کو نوٹ کر تاج چلا جاتا اور اس طرح ایک
 بہترین جاسوسی ناول ترتیب پا جاتا۔“

”مشر سیاہ پوش۔ آپ محض وقت ضائع کر رہے ہیں۔“
 شمشیر خان نے ایک بار پھر یاد دہانی کرائی۔

”اوہ ہاں مجھے یاد آیا۔ آپ کے پاس وقت بالکل
 نہیں ہے۔ تو بیٹے۔ آج سے کوئی پچھوڑا۔“

کی بات ہے، ہمارے دشمن ملک نے اپنا ایک جاسوس
 ہمارے ملک میں بھیجا۔“

”دشمن ملک کا جاسوس۔ لیکن یہاں غیر ملکی جاسوس
 کا کیا ذکر۔“ شمشیر بہادر خان چونکا۔

”اب آپ وقت ضائع کر رہے ہیں۔ پھر مجھ سے
 شکایت نہ کیجیے گا۔“ سیاہ پوش بولا۔

”مگر کوئی شک بھی تو ہو۔ آخر ایک غیر ملکی جاسوس
 کی کہانی ہمیں کیوں سنانی جا رہی ہے۔“

”پہلے کہانی سن لیں۔ اگر پسند نہ آئے تو جو چہر کی سزا

وہ میری۔" سیاہ پوش نے کہا۔

دوسری طرف آفتاب، آصف اور شہناز بیگم غیر ملکی جاسوس کا ذکر سن کر چونک اٹھے۔ وہ بھی حیران تھے کہ یہ غیر ملکی جاسوس کا ذکر یہاں کہاں سے نکل آیا اب وہ پوری طرح سیاہ پوش کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا۔
 "اس غیر ملکی جاسوس کو زبردست قہم کی ٹریننگ دی گئی تھی اور اس کا کام اسے تجویٰ سمجھا دیا گیا تھا۔ وہ ہمارے ملک میں اگر ایک عام شہری کی حیثیت سے رہنے لگا۔ رفتہ رفتہ اس نے ترقی شروع کر دی اور پھر اس ملک میں ملازم ہو گیا۔ ہمیں ملازم ہونے کی اسے ہدایت کی گئی تھی اب آہستہ آہستہ اس ملک کے راز چوری ہونے لگے۔"

"شہر و۔" شمشیر بہادر نے چلا کر کہا۔ "میں کہتا ہوں۔ سلی دراب کے معاملے میں کسی غیر ملکی جاسوس کا عمل دخل کیسے آگیا۔ یہ کہانی سرے سے بکواس ہے اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں، پھر ہم یہ کہانی کیوں سنیں ہمارے پاس ان فضولیات کے لئے اتنا وقت نہیں ہے۔" وہ کہتا چلا گیا۔

"خاموش! تمہیں یہ کہانی سننی پڑے گی۔ اگر اب تم نے دخل دیا تو میں تمہارے دائیں کان کی لوٹا دوں گا

پھر بھی باز نہ آئے تو بائیں کان کی لو کا حشر بھی وہی ہوگا۔" سیاہ پوش کا ہجہ حد درجے سرد تھا۔
 شمشیر بہادر خان کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ پھر اس کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا۔ دوسرے بھی سن ہو کر رہ گئے۔ نہ جانے اس کی آواز میں کیا بات تھی۔ آخر وہ پھر کہنے لگا۔

"ملک کے راز چوری ہونے لگے۔" تمام افسیر پریشان ہو گئے جاسوس کا کسی طرح پتا نہیں چل رہا تھا۔
 "کوئی نہیں جانتا تھا، وہ کون ہے کسی کی سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی تھی کہ اسے کیسے پکڑا جائے، کس طرح پکڑا جائے۔ اس دوران ایک فائیل انسپکٹر کامران مرزا کے حوالے کی گئی۔ ان کے حوالے اسی ذہال سے کی گئی تھی کہ اس کی بھی نقل تیار نہ کر لی جائے یا فائیل ہی نہ اڑا دی جائے کامران مرزا نے فائیل اپنی الماری میں رکھ دی۔ اس کے بعد انہیں ایک سرکاری کام کی وجہ سے دوسرے شہر جانا پڑا۔ جاسوس کو یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ فائیل کامران مرزا کے حوالے کی گئی ہے۔ پھر اسے پتہ چلا کہ وہ کسی کام سے دوسرے شہر چلے گئے ہیں۔ بس اس نے سوچا فائیل اڑانے کا یہ موقع اچھا ہے۔"

اور آصف اور آفتاب دھک سے رہ گئے۔ اب انہیں یاد آیا کہ جانے سے پہلے کامران مرزا نے انہیں تاکید کی تھی کہ گھر کا خیال رکھنا اور چوکس رہنا۔ ان کے مترجیرت کے مارے کھلے کے کھلے رہ گئے۔ بدن میں سنسنی کی لہر دوڑنے لگی۔ دوسری طرف سیاہ پوش کہہ رہا تھا۔

”جاسوسی جانتا تھا، اگرچہ کامران مرزا شہر میں نہیں ہیں پھر بھی فائیل کو اثرانا اتنا آسان کام نہیں۔ وہ ان بچوں اور ان کے سابقہ کارناموں سے اچھی طرح واقف تھا، لہذا اس نے ایک بہت ہی خوب صورت منصوبہ بنایا۔ اتنا کامیاب اور مکمل منصوبہ بہت کم لوگوں نے بنایا ہوگا اس منصوبہ پر اتنی کامیابی سے عمل کیا گیا کہ کسی کے فرتقوں کو بھی خبر نہ ہوئی کہ دراصل کیا ہو رہا ہے۔ بات اس طرح آپ لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئے گی، میں تفصیل سے بتاتا ہوں۔ ان دنوں شہر میں دراب خان کی موت پر لوگ طرح طرح کی باتیں بنا رہے ہیں۔ سونے کی کانوں کا مالک یہ شخص ابھی ایک ڈیڑھ ماہ پہلے ہی اس فانی دنیا سے رخصت ہوا ہے اور اپنے پیچھے صرف ایک بچی سلسنی دراب چھوڑ گیا ہے۔ اس کا ایک چھوٹا بھائی

بھی ہے۔ عام لوگوں کا خیال یہ ہے کہ تراب خان نے ہی اپنے بھائی کو موت کے گھاٹ اتروایا ہے۔ اس کے بعد اب سلسنی ساری دولت کی مالک ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ اب تراب خان کسی نامعلوم طریقے سے اس لڑکی کو بھی ختم کرا دے گا۔ یہ باتیں لوگوں میں ہر روز ہوتی ہیں اور ان کی کافی شہرت ہے۔ اس جاسوس نے ان افواہوں کا سہارا لیا۔ آج رات جب کہ یہ دونوں لڑکے کامران مرزا کے ایک دوست فاروقی صاحب کو رخصت کرنے کے بعد اپنے کمرے میں گئے تو انہیں وہاں ایک لڑکی نظر آئی۔ اس لڑکی نے بتایا کہ وہ سلسنی دراب ہے۔ یہ سن کر دونوں لڑکے حیرت زدہ رہ گئے اور جب اس نے یہ بتایا کہ اس کے پیچھے چار بد معاش لگے ہوئے ہیں تو وہ اور بھی حیران ہوئے۔ ابھی یہ باتیں ہی کر رہے تھے کہ بد معاش آدھکے۔ ان کے لئے دروازہ کھولنے سے پہلے وہ یہ لوگ لڑکی کو چھپا چکے تھے۔ بد معاشوں نے آکر لڑکی کو تلاش کیا اور جب نہ ملی تو انہیں دھمکیاں وغیرہ دیں۔ آخر یہ بد معاش بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد لڑکی کے چچا تراب صاحب پہنچ گئے۔ ساتھ ہی پولیس بھی آگئی اس لئے یہ پایا کہ سلسنی دراب اور تراب خان

آج رات یہیں رہیں گے کیونکہ اس وقت بد معاشوں نے
 پتھر پھینک کر اطلاع دی تھی کہ وہ سلسلی دراب کو ہرگز نہیں
 چھوڑیں گے۔ تراب خان نے یہاں ایک مطالبہ کیا
 کہ اسے ایسا کمرہ دیا جائے کہ اس میں فون موجود ہو۔ کیونکہ
 اسے کاروباری فون کرنے پڑتے ہیں۔ یہاں فون
 ڈرائنگ روم میں موجود تھا لیکن ڈرائنگ روم میں تو بستر
 نہیں تھے۔ فون کا پلگ کھانا گھر کے کمرے میں تھا،
 اس لئے فون اس کمرے میں رکھ دیا گیا اور مہمانوں کو آرام
 کرنے کی غرض سے کمرے میں بھیج دیا گیا۔ دشمنوں سے
 حفاظت کا کام ان لڑکوں اور پولیس والوں نے اپنے ذمے
 لیا۔ پولیس والے گھر سے باہر چلے گئے اور دونوں لڑکے
 اندر پہرہ دینے لگے۔ وہ جانتے تھے کہ دشمن حملہ ضرور کرے
 گا، لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ حملہ آوروں سے پہلے میں آگیا۔ یہ
 حملہ پر حملہ کرنے والے تھے، لیکن میں نے انہیں خبردار کر
 دیا کہ میں بے خبر نہیں ہوں اور یہ کہ میرے ہاتھ میں پستول ہے
 میں نے ان سے ہاتھ پائیوں نیچے رکھوائیں۔ پھر میں زینے کے
 سامنے والے کمرے میں جا کر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد چاروں
 حملہ آور تشریف لائے۔ انہوں نے ایک بار پھر لڑکی
 کا مطالبہ کیا۔ ان میں کش مکش ہوئی اور یہ اس کمرے کے

دروازے پر پہنچ گئے۔ دروازہ توڑ دیا گیا۔ سلسلی دراب
 اور تراب خان کو باہر نکال لیا گیا۔ اب یہ لوگ ان دونوں
 کمرے کے چارے تھے کہ راستے میں، میں آگیا، درپہرہ کہانی
 تو ختم ہو گئی تھی۔ ”یہ کہہ کر سیاہ پوش خاموش ہو گیا۔
 ”تمہاری کہانی میں کچھ نہیں سمجھا۔ بات شروع ہوئی
 تھی ایک جاسوس ہے۔ بعد میں اس جاسوس کا کہانی میں
 ذکر تک نہیں کیا گیا۔ یہ کیا بات ہوئی۔ آخر وہ جاسوس
 کہاں گیا۔“ تراب خان نے کہا۔
 ”وہ یہیں موجود ہے۔“ سیاہ پوش نے چپک کر کہا،
 ”اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جاسوس تم خود ہو۔“ آفتاب
 نے خوفزدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ وہ جاسوس میں نہیں ہوں۔ خیر اگر تم لوگ
 اب بھی نہیں سمجھے ہو تو میں ذرا اور کھول کر بتاتا ہوں۔
 جاسوس نے پروگرام یہ بنایا تھا کہ سلسلی دراب جب اس
 گھر میں پناہ لے گی تو دونوں لڑکے اس کی حفاظت کرنے پر
 مجبور ہو جائیں گے۔ اس کے ساتھ جب سلسلی کا چچا یہاں
 آجائے گا تو وہ اس کی بھی حفاظت کرنے پر مجبور ہو جائیں
 گے، چنانچہ یہی ہوا۔“ سلسلی اور اس کے چچا تو کمرے اندر بند
 رہے اور یہ باہر پہرہ دیتے رہے۔ مطلب یہ کہ سلسلی اور اس

چونکہ انگریز فائیل حاصل کرنے کے لئے الماری کھولنے کی کوشش کرتے رہے دوسری طرف شمشیر بہادر خان ان بچوں کو الجھائے رہے۔ تاکہ کسی کا خیال اس کمرے کی طرف نہ جائے۔ اور آخر یہ اس کمرے کے دروازے پر پہنچ گئے۔ یہاں پہنچ کر شمشیر خان نے یہ جملہ کہا۔ تراب خان تمہارا کھیل ختم ہو گیا۔ عجب جواب میں تراب خان نے بھی کہا، ہاں میرا کھیل ختم ہو گیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ میں فائیل حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

”آف خدا۔“ آفتاب کے منہ سے نکلا۔

”جیہے ہم کیا سن رہے ہیں آفتاب۔“ آصف بولا۔

”آبا جان ہمیں کبھی مناف نہیں کہیں گے۔“ اس نے کہا۔

”سنو۔ درمیان میں مت بولو۔ ابھی تو تمہیں بہت کچھ سنانا ہے۔ یہ کہانی ابھی ختم نہیں ہوئی۔ میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اس سے زیادہ حیرت انگیز کہانی تم نے پہلے کبھی نہ سنی ہوگی۔ تو دراصل یہ ڈرامہ کھیل گیا۔ اس گھر میں اور اس خوبصورتی سے کہ سب کے سب چکر میں آگئے۔“

”ادہ۔ تو آخر یہ لوگ کون ہیں۔“

”ان کے بارے میں بھی بتاؤں گا۔ پہلے شمشیر بہادر خان سے دو باتیں ہو جائیں۔ ہمارے اس جاسوس صاحب کو یہ بات بھی معلوم تھی کہ کاران مرزا نے اپنے بچوں سے یہ کہہ رکھا ہے کہ اگر کبھی شمشیر بہادر خان سے سامنا ہو جائے تو اس کی ہدایات پر بلا چون و چرا عمل کرنا۔ چنانچہ اس ڈرامے میں جہاں سلمیٰ اور تراب بنا گئے وہاں ضرورت پیش آئی ایک شمشیر بہادر خان کو۔ بس شمشیر بہادر خان بھی بنا لیا گیا اور اسے تین چوغاش دے دیئے گئے۔ تاکہ وہ اپنا پارٹ ادا کر سکیں۔ پروگرام یہی تھا کہ جب تراب خان فائل حاصل کر لیں تو یہ لوگ انہیں اٹھا کر لے جائیں۔ معلوم ہی ہو گا کہ دشمن پناہ میں آنے والوں کو اٹھائے گیا۔ فائل کی طرف کسی کا دھیان تک نہیں جاتا۔ ہوا بھی یہی۔ اگر میں یہاں موجود نہ ہوتا تو ان کا ڈرامہ کامیاب ہو جاتا۔ اور یہ فائل لے جانے میں کامیاب ہو جاتے۔ لیکن اس فائل پر تو میری بھی ایک عرصے سے نظر تھی خود میں اسے اڑانے کے چکر میں تھا، چنانچہ میں نے ان کی خدمت سے فائدہ اٹھایا۔“

”ابھی تک یہ نہیں بتایا گیا کہ اگر یہ سلمیٰ دراب، تراب خان اور شمشیر بہادر خان نہیں ہیں تو پھر کون ہیں۔ اور

”ہاں۔ نام سے اور ضرور ہے۔ نام ابھی میں
 سنیں جیسا کہتا۔ پہلے میں ان لوگوں سے بات تو کروں
 ہاں تو دوستو۔ میں جانتا ہوں۔ اس وقت فائل
 نقلی تراب خان کے پاس موجود ہے۔ فائل سیدھی
 طرح لکان کر میرے حوالے کر دو۔ نہیں تو میں اس بے
 آواز پستوں سے فائر کر کے تم سب کو خاک موٹ کر دوں گا
 میرا نشانہ تم دیکھ ہی چکے ہو۔ میں ہرگز غلط نہیں کروں گا“
 ”تم اس فائل کو اپنے ملک کے حوالے کر دو گے نا۔“
 نقلی تراب خان نے پوچھا۔

”ہاں اس کے علاوہ اور کیا کر سکتا ہوں۔“
 ”تو آؤ۔ سودا کر لیں۔ بونو۔ تم اس فائل کا
 کیا مانگتے ہو۔“

”لیکن میں اپنے ملک کو کیا جواب دوں گا۔“
 سیاہ پوش نے کہا۔

”لازم ان سے کہہ سکتے ہو کہ فائل تمہارے ہاتھ نہیں
 لگ سکتی۔ کہہ غیر ملکی جاسوس تم سے پہلے ہی اسے اٹھا
 لے گئے۔“

”تو یہ بات تم بھی تو اپنے ملک سے کہہ سکتے ہو۔“
 سیاہ پوش نے ہنس کر کہا۔

”تم نے یہ کیا کہا۔ تم بھی اسی فائل کے چکر میں ہو۔“
 ”ہاں! اب میں اسی طرف آ رہا ہوں۔ میں بھی ایک
 غیر ملکی جاسوس ہوں۔ میرے ملک نے بھی مجھے ہدایت
 کی ہے کہ اس فائل کو اٹھا لوں۔ چنانچہ آج میں کامیاب
 ہو رہا ہوں اور یہ کام۔ اپنی اپنی قسمت ہے۔ اور
 ہاں آپ نے کیا پوچھا رہا تھا۔ یہ لوگ کون ہیں۔ میں ابھی
 جہانے دیتا ہوں۔ جس شخص کو آپ لوگ تراب خان
 سمجھ رہے ہیں، دراصل یہ وہی جاسوس ہے جس کا میں
 ذکر کرتا رہا ہوں اور سبھی صاحبہ اس کی بیٹی ہیں۔ اس
 موقع پر یہ اپنی بیٹی کے علاوہ کس سے کام لے سکتے تھے۔
 باقی رہا شمشیر بہادر خان۔ تو یہ اس کا اپنا ساتھی ہے۔
 اور یہ تینوں غنڈے اس نے پال رکھے ہیں تاکہ اس قسم
 کے موقعوں پر استعمال کیے جاسکیں۔ میرا خیال ہے۔
 اب ساری کہانی آپ لوگوں کے ذہن میں صاف ہو چکی ہو
 گی۔“ یہ کہہ کر سیاہ پوش قصور کی دیر کے لئے رکا تھا
 کہ آفتاب نے سوال کیا۔

”یہ ٹھیک ہے، کہانی تو ختم ہو گئی۔ لیکن شروع
 میں آپ نے یہ بتایا تھا کہ جاسوس ہمارے آبا جوں کے
 حکمے میں شامل ہے۔ تو پھر اس جاسوس کا کوئی نام بھی تو لگا

”تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم سودا کرنے پر تیار نہیں“
 نقل تراب خان نے کہا۔

”خیر۔ ابھی میں نے یہ سنیں کہا۔ میں سودے
 کا جائزہ بھی ضرور لوں گا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس وقت
 پستول میرے ہاتھ میں ہے۔ میں اس فائل کے ساتھ
 وہ نقدی بھی تم سے حاصل کر سکتا ہوں جو تم فائل کے
 بدلے میں دو گے۔ پھر میں سودا کیوں کروں۔“
 ”اس لیے کہ یہ سودا قدر نہیں ہو گا۔ ہم تمہیں چیک دیں گے“
 ”اور بعد میں چیک کی ادائیگی روک دو گے۔ میں اتنا بے
 وقوف نہیں۔“

”پھر تم کیا چاہتے ہو۔“ تراب خان نے پوچھا۔
 ”سب سے پہلے فائل میرے حوالے کر دو۔ اس
 کے بعد میں کوئی بات کروں گا۔“
 ”اور اگر میں فائل نہ دوں تو؟ تراب خان نے کہا۔
 ”تو پھر پستول کی گولی تمہارا مقدر بن جائے گی۔“
 ”بہت اچھا۔ تو میں فائل تمہیں دیتا ہوں۔“
 ”یہ کہہ کر اس نے قیص کے اندر ہاتھ ڈالنا چاہا، لیکن
 سیاہ پوش زور سے چلایا۔“
 ”خبردار۔ اپنی جگہ پر ہاتھ اور پر اٹھائے ہوئے کھڑے

رہو۔ اگر حرکت کی تو گولی مار دوں گا۔“
 ”حرکت کئے بغیر میں وہ فائل کیسے دے سکتا ہوں۔“
 نقلی تراب خان نے کہا۔

”مکڑ نہ کرو۔ میں خود ہی نکلوا لوں گا۔ چلو اڑ کے۔
 تم اس کی یقین دہانی کے نیچے سے فائل نکال لو۔ خبردار کوئی
 گڑبڑ نہ کرنا۔ میں جانتا ہوں۔ اس وقت تم کیا سوچ
 رہے ہو۔“ اس نے آفتاب کی طرف اشارہ کرتے
 ہوئے کہا۔

”آفتاب آگے بڑھا اور تراب خان کے پاس آیا۔ اس
 نے اس کی پتلون میں اڑسی سی ہوئی یقین باہر نکالی اور اندر
 سے فائل نکال لی۔ اب وہ فائل کو نکال کر بٹھ آیا۔
 ”وہ فائل مجھے دو۔“

”سرگز نہیں جناب۔ یہ فائل میرے والد کا امانت
 ہے اور میں یہ آپ کے حوالے نہیں کروں گا؟
 آفتاب نے مضبوط بیچ میں تن کر کہا۔ اور سب سے بڑا لٹھے

ایک دو تین

100

MAHBOOB LIBRARY
470, Main Street, Lahore
Punjab, India

وہ پڑنے لگے اس لئے کہ سیاہ پوش کے ہاتھ میں پستول تھا۔
اس کے باوجود میں کہتا تھا کہ وہ فائل اس کے حوالے نہیں کرے گا۔

”دیکھو! یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ کیا تمہیں یہ پستول نظر نہیں آ رہا۔“ سیاہ پوش گریبا۔

”آ رہا ہے۔ اگر یہ فائل صرف میرے والد کی ذاتی چیز ہوتی تو میں ضرور یہ تمہارے حوالے کر دیتا لیکن اس سورت میں کہ یہ ملک کی امانت ہے، اس ملک کا کوئی راز موجود ہے میں یہ فائل کسی بھی قیمت پر تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔ جان جائے یا رہے۔ فائل تمہیں نہیں ملے گی۔“

”شاہنشاہ آفتاب۔ تم نے میرا دل خوش کر دیا۔“

شہنشاہ بیگم ہلاکتوں۔
”تو پھر میرے پستول کی پٹلی گولی تمہارے سینے کے بارے میں جو بات۔“ آفتاب بولا۔

”بہت خوب۔ آفتاب تم لا جواب ہو۔ گریباہ پوش نے غصہ کیا۔ پستول کی گولی پہلے تمہارے سینے میں نہیں میرے سینے میں لگے گی۔ میں تم سے پہلے جان دوں گا۔ انکل آئیں تو یہ نہ کہیں۔ آصف۔ تم نے اپنے سامنے آفتاب کو گولی کھاتے دیکھا اور کثرے دیکھتے رہے۔ میں نہیں سن سکوں گا۔“ یہ کہہ کر آصف آفتاب کے سامنے آگیا۔

”نہیں آصف۔ تمہارے والد میاں موجود نہیں۔ تم اس گھر میں ان کی امانت ہو۔ وہ وطن آئیں گے تو میرے ابا جان انہیں کیا جواب دیں گے۔ تم میرے سامنے سے ہٹ جاؤ۔“ آفتاب نے کہا۔

”میں یہ نہیں ہوگا۔“

”خاموش۔ تم نے یہ کیا بحث چھیڑ دی۔ مجھے پریشان نہ کرو۔ اگر تم مرنے کے لئے اتنے ہی بے چین ہو تو نگہ نہ کرو۔ میں ایک ہی گولی سے تمہارا کام تمام کر سکتا ہوں۔ خیر۔ فی الحال فائل کو تمہارے رہو مجھے ان لوگوں سے بات کرنے دے دو۔“ یہ کہہ کر سیاہ پوش آفتاب خان کی طرف مڑا۔

”اب بتاؤ۔ تم اس فائل کا کیا دیتے ہو۔“

”اس وقت میرے پاس نقد رقم نہیں ہے۔“ آفتاب خان نے منہ بنا کر کہا۔

”لیکن اس کا کیا ثبوت ہے کہ تم چیک کی ادائیگی نہیں رکھو دو گے۔“

”سووے زبان پر ہوا کرتے ہیں۔ اگر تمہیں میری زبان پر اعتبار نہیں تو رہنے دو۔ تم فائل لے جاؤ، میں اپنے ملک کو اصل صورت بتا دوں گا۔ اب اس میں میرا کیا قصور ہے۔ اس قدر زبردست منصوبہ بھی دھرا کا دھرا رہ گیا۔“

تراب خان کے لیے میں ناگواری تھی۔ ”تو شیک ہے۔ میں فائل لے جاتا ہوں۔ میرا تمہارا کوئی جھگڑا نہیں۔ میرے جانے کے بعد تم میں اس گھر سے چلے جانا۔“

”شیک ہے۔ بات ختم ہو گئی۔ اب یہاں وقت ضائع کرنے سے کیا حاصل۔“

”لاؤ لڑکو۔ یہ فائل میرے حوالے کر دو۔“

”کیسے کر دیں۔ اس فائل کو حاصل کرنے کے لیے تمہیں ہماری لاشوں پر سے گزرنا ہو گا۔ تم فائل کا سودا نقدی کی صورت میں کر سکتے ہو، ہم تو اپنا خون دے کر بھی اس کی حفاظت کریں گے۔ آصف بولا۔“

”بے وقوف نہ بنو۔ زندگی بہت خوبصورت چیز ہے۔ سیاہ پوش بولا۔“

”وطن کی بے گندگی سے زیادہ خوبصورت ہے۔ آفتاب نے کہا۔“

”تم یوں نہیں مانو گے۔ اس نے پستوں والا ہاتھ ان کی طرف تان دیا۔“

”تم نے اب تک یہ نہیں بتایا۔ تراب خان کا اصل نام کیا ہے۔“

”میری ان سے کوئی دشمنی نہیں۔ جہاں تک بتانا مناسب تھا، بتا دیا۔ اب تم جانو، تمہارا کام۔ بیشک تم میرے جانے کے بعد امنیں گرفتار کرو دینا۔ اگر کرا سکتے ہو، لیکن فون کے سمارتویہ پہلے ہی کاٹ چکے ہیں اور پولیس والے بھی دروازے پر بے ہوش پڑے ہیں۔“

”اوہ! ان کے منہ سے نکلا۔ تو یہ وجہ تھی۔ پولیس والوں کے اندر نہ آنے کی۔“

”کچھ بھی ہو۔ ہم یہ فائل تمہیں نہیں دیں گے۔“

”تو پھر مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔“ سیاہ پوش نے اس طرح کہا جیسے کہ رہا ہو، باہر چلنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

”اس میں تیار ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ آفتاب نے مذاق اڑانے والے لہجے میں کہا۔“

”بہت بہتر۔ میں دس تک گنوں گا اگر اس پر بھی تم

”نے فائل میری طرف نہ پھینکی تو میں نام نہ لکھوں گا۔“
 ”آفتاب — ثابت قدم رہنا۔“ شہناز بیگم نے مہرانی ہوئی
 آواز میں کہا۔

”بے فکر رہیں آئی جان۔“
 ”آنٹی آپ نے میرا نام کیوں نہیں لیا۔“ آصف کے لیے میں
 شکوہ تھا۔

”تم ہٹ جاتے تو ماچھا تھا آصف۔“
 ”یہ نہیں ہو سکتا آنٹی۔“ آصف بولا
 ”ایک ... دو ... تین ... چار ... پانچ ... چھ ... سات ... آٹھ
 ... نو ... دس۔“

سیاہ پوش دس تک گن کر خاموش ہو گیا۔ نہ فائل آصف
 اور آفتاب نے اس کی طرف پھینکی، نہ اس نے نام لکھا۔
 ”کیا بات ہے۔ تم رک کیوں گئے۔ تم نے نام لکھو کیوں
 نہیں کیا۔“ شہناز بیگم نے پوچھا۔
 ”میں سوچ رہا ہوں۔ یہ بچے مجھ سے بھی بہادر ہیں۔
 اب مجھے افسوس ہو رہا ہے کہ میں نے کیوں ان سے سووے
 کی بات بھی کی۔“

”چلو شکوہ ہے، تمہیں احساس تو ہوا۔ اب تم ہارے لئے



بہتر یہی ہے کہ تم اس فائل کو میں چھوڑ دو۔ آصف بولا
 "ہاں! میں یہی سوچ رہا ہوں، اس فائل پر نہ میرا حق
 ہے نہ ان لوگوں کا، حق ہے تو صرف تم لوگوں کا۔ جو جان
 دینے پر تمل گئے۔"

"شکر یہ، تم ایک انصاف پسند آدمی ہو۔ یہ شبہناز بیگم نے کہا
 "چلو دوستو۔ یہاں سے۔ اب ہم سب محالی ہاتھ
 جاکر آئیں گے۔" اس نے تراب اور دو بیروں سے کہا۔
 "یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔" نقل تراب نے حیران ہو کر کہا
 "جانی آئی چیز کو لوٹا رہے ہو، اپنے ملک سے غداری کر
 رہے ہو۔"

"ان لوگوں کے جذبے نے مجھے شکست دے دی۔
 اب تم لوگ ابھی یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے
 جانے کے بعد تم ان لوگوں کو پھر پریشان کرو۔" سیاہ پوش نے کہا
 "تمہارا دماغ ضرور خراب ہو گیا ہے۔" تراب خان نے جھج
 کر کہا۔

"اب تم جو بھی کہو۔ اچھا چلو۔ تم ہی بتاؤ۔ مجھے کیا کرنا
 چاہیئے۔"

"فائل ان سے ہر حال میں لے لی جانیے۔ اور اگر تم
 اسے اپنے ملک نہیں بھیجنا چاہتے تو ہمارے ہاتھ بیچ دینا۔"

میرا ملک اس کی جگہ بڑی قیمت نہیں دے سکتا ہے۔
 "کوئی نئی بات کرو۔ یہ تو تم پہلے ہی کہہ چکے ہو۔"

"اس سے زیادہ نئی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ سنو۔ میں
 اپنے کاغذات تمہیں دے دوں گا۔ جب تمہیں رقم مل جائے
 میرے کاغذات لوٹا دینا۔"

"جانوس کے کاغذات کی بات کر رہے ہو۔" سیاہ پوش
 نے پوچھا۔

"ہاں! جب وہ کاغذات تمہارے پاس ہوں گے تو میری
 جان تمہاری منشی میں ہوگی، اس طرح میں تمہیں رقم ادا کرنے
 کا پابند ہوں گا۔"

اس مرتبہ تم نے چتے کی بات کی ہے۔ دیکھو نا۔ اس
 طرح میرا اطمینان ہو سکتا ہے۔ ٹھیک ہے۔"
 تم اپنے کاغذات میرے حوالے کر دو۔ میں فائل ان سے لے
 کر تمہیں دے دیتا ہوں۔"

"بہت اچھا۔ مجھے منظور ہے۔" نقل تراب خان نے
 کہا اور اپنے کپڑوں کے اندر ہاتھ ڈال کر کچھ ٹٹونے لگا۔ اس
 وقت آفتاب چوڑا ہوا اس نے کہا۔

"مسٹر نقاب پوش۔ کہیں تم بے وقوف تو نہیں بن رہے
 ہو سکتا ہے کہ یہ اپنے کپڑوں کے اندر سے کاغذات کی

نے ایک نظر پورے صحن پر ڈالی اور فائل آصف کی طرف اچھال
 — اس نے دونوں ہاتھوں میں اسے دوڑھ لیا، پھر جو تہی وہ
 تینوں اپنا رخ تبدیل کر کے اس کی طرف پکے، اس نے فائل،
 شبنم، بیگم کی طرف اچھال دی —
 ”بھئی واہ — ٹوٹ بال کا مزہ آ رہا ہے —“ آفتاب نے
 خوش ہو کر کہا —

”تم بھی عجیب لڑکے ہو کسی کی مانتے ہی نہیں —“
 سیاہ پوش نے تلمک کر کہا —
 ”ہم ملک کے دشمنوں کی کوئی بات نہیں سنا کرتے —“
 آصف بولا —

”کیا مصبت ہے — تم تینوں کے تینوں ان سے فائل
 نہیں چھین سکے —“ تراب خان نے تقریباً چیخ کر کہا —
 ”آؤ — تم بھی ان کے ساتھ شامل ہو جاؤ — شاید اس طرح
 تم کامیاب ہو جاؤ —“ سیاہ پوش نے شاید مسکرا کر کہا —
 اور پھر یوں گنگے لگا جیسے وہ سب صحن میں گنگی کا ناتج نائج
 رہے ہوں — آصف اور آفتاب نے ان چاروں کو وہ پکر
 دیکھ کر چاروں بڑی طرح ہانپنے لگے — فائل ان کے سروں پر
 سفر کرتی رہی اور وہ اس کے نیچے اسے پکڑنے کی کوشش میں
 ایک دوسرے سے جھگڑاتے رہے — آخر وہ تنگ کر فرش پر

بجائے پستول نکال لے —

”نکر نہ کرو — اگر اس نے ایسا کیا تو اپنے پستول سمیت
 فرش پر ڈھیر ہو گا — تم مجھے اتنا اناڑی نہ سمجھو —“
 اسی وقت تراب خان کا ہاتھ کپڑوں سے باہر نکلا —
 انہوں نے دیکھا، اس ہاتھ میں کاغذات ہی تھے —
 ”یہ کاغذات اس سے لے کر فائل اس کے حوالے کرو —
 اور کاغذات مجھے دے دو —“ سیاہ پوش نے آفتاب سے
 کہا جس نے فائل کو بغیر ہوش سے پکڑ رکھا تھا —
 ”ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں — یہ نہیں ہو سکتا —“
 ”میں جو کہ رہا ہوں، وہ کرو — اس مرتبہ میں سچ چہ تمہیں،
 گوئی مار دوں گا —“
 ”ضرور مار دو —“

”یہ اس طرح نہیں مانے گا — تراب خان — اگرچہ تم
 تراب خان نہیں ہو، پھر بھی میں تمہیں اسی نام سے پکارنے
 پر مجبور ہوں — ہاں تو — اپنے آدمیوں سے کہو، وہ فائل
 اس لڑکے سے چھین کر تمہیں دے دیں — اور یہ کاغذات میرے
 حوالے کر دیں —“

”ٹھیک ہے — فائل ان سے چھین لو —“ تراب خان بولا
 تین غنڈے ایک ساتھ آفتاب کی طرف چپٹے — آفتاب

اکڑ کر بیٹھ گئے۔ ان کے سینے کو بار کی دھونکیوں کی طرح پہول اور ہچک رہے تھے، آنکھوں سے پاں تپہ رہا تھا اور وہ آفتاب اور آصف کو اس طرح گھور رہے تھے جیسے وہ کوئی مہبت ہوں۔
 ”لو۔۔۔ ساری جاسوسی، چالاک اور بہادری دھری کی دھری رہ گئی۔ اس بھڑ سے پر فائل چرانے لپکے تھے۔“ سیاہ پوش کی گونج دار آواز سنائی دی۔
 ”اب دیکھو کم۔۔۔ میں کتنی آسانی سے ان سے فائل حاصل کرتا ہوں۔“

”مسٹر نقاب پوش۔ اس خوش فہمی میں نہ رہیے گا۔ فائل کو ہم آپ کا ہاتھ بھی نہیں لگنے دیں گے۔“
 ”مجھے ہاتھ لگانے یا پھینکنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ میں تمہیں حکم دوں گا اور تم فائل تراب خان کے سامنے پیش کر دو گے۔“ اس نے ہنس کر کہا۔
 ”یہ نہیں ہو سکتا۔“

”کیوں۔۔۔ ہو کیوں نہیں سکتا۔ ابھی تمہارے سامنے یہی ہو گا۔“

”آپ ضرور کسی بڑی خوش فہمی میں مبتلا ہیں۔ شاید آپ کا خیال ہے کہ اس دنیا میں آپ سے بڑا فحشاء باز کوئی نہیں۔ لیکن آپ کا یہ خیال بھی بالکل غلط ہے۔ کبھی میرے والد کا

کئی موجودگی میں یہاں آئیے گا۔ پھر ہم۔۔۔ ہاں میں اب کی مہارت آپ کو دکھائی گے۔ اگر آپ تیار نہ ہو گئے تو ہمارے نام تبدیل کر دیجیے گا۔“

”خیر۔۔۔ میں تو اپنے بارے میں کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں لیکن تم دونوں ضرور کامران مرزا کے بارے میں خوش فہمی میں ہی نہیں غلط فہمی میں ہی مبتلا ہو، خیر کبھی وہ حیرت میرے مقابلے پر آئے تو آٹے وال کا بھانڈا معلوم ہو جائے گا ساری اکڑنوں نہ جلدی تو میرا نام بھی۔ وہ اچانک لپکتے کہتے رک گیا۔“

”ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ کیسے۔ آپ کا نام بھی۔ کیا نہیں آفتاب نے جلدی سے لقمہ دیا۔“

”چھوڑو۔ تم فیلڈ سے میرا نام معلوم نہیں کر سکتے۔ جب تک کہ میں نہ چاہوں۔ اچھا اب شرافت سے یہ فائل۔۔۔ تراب خان یا جڑ کچے بھی ان کا نام ہے، کو دے دو۔“
 ”ہم کہہ چکے ہیں کہ یہ نہیں ہو سکتا۔“

”اور میں کہتا ہوں کہ یہ ہو گا۔ اس نے اٹھ بیچے میں کہا۔“
 ”ہم بھی دیکھیں گے۔ یہ کیسے ہوتا ہے۔“ آصف نے

اکڑ کر کہا۔ ”کیوں آئی؟“ ساتھ ہی اس نے شہباز بیگم سے کہا۔
 ”پارلر ٹیک میرے بیار۔۔۔ چاہت جان چلی جائے۔“
 ہم یہ فائل دشمنوں کے حوالے نہیں کریں گے اور یہ دونوں کے

فائل کاراز

اب تراب خان اور اس کے ساتھی آفتاب اور آصف سے بھی زیادہ حیران تھے۔ وہ سوچ رہے تھے، یہ کیا ہوا۔ کہاں تو یہ دونوں لڑکے جان دینے پر تیار ہو گئے تھے اور کہاں یہ سیدھا سادا جملہ سن کو کانپ اٹھے ہیں اور فائل انہیں دے رہے ہیں۔ کہیں یہ سیاہ پوش کی آواز ان کے کانوں سے ٹکرانی فائل "تم نے میرا جادو دیکھا تراب خان۔ اب فائل کیوں انہیں مقام رہے ہو۔ یاد رکھو، تم سودا کر چکے ہو، تمہیں وہ رقم ادا کرنی ہوگی، ورنہ میں تمہارے کاغذات یہاں کی حکومت کے حوالے کر دوں گا اور پھر تم سمجھ ہی سکتے ہو کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ لہذا اچھے بچے کی طرح فائل لے لو۔ تراب خان نے بوکھلائے ہوئے انداز میں فائل آفتاب کے ہاتھوں سے لے لی۔ اس کی نظر میں آفتاب سے ٹکرائیں تو وہ ان سے خوف کی پرچھائیاں نظر آئیں۔ اس نے سوچا، یہ ضرور جادو کا اثر ہے۔

"تراب خان۔ ابھی میں نہیں تمہارے اصل نام سے نہیں پکاروں گا۔ یہی نام چلیے دو۔" ہاں تو سنو۔ ابھی ابھی میں نے تمہیں جو کہانی سنائی تھی۔ اس کا ایک حصہ درمیان سے کھا گیا تھا۔ اب اس حصے نے میرے پیٹ میں

گرد بڑھا کر کھسی ہے۔ میں اسے باہر نکالنے پر مجبور ہوں۔ فائل تم حاصل کرنا چاہتے تھے، وہ تمہیں مل گئی۔ اب سنو کہانی کا وہ حصہ۔ دراصل ٹکڑہ سرانفرسانی نے بھی ایک منصوبہ بنایا تھا۔ اسے بہت دنوں سے تم پر شک تھا، لیکن ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا۔ اس نے وہ تمہیں گرفتار نہیں کر سکتے تھے، ثبوت حاصل کرنے کے لئے ایک جعلی فائل تیار کی گئی۔ اس کے بارے میں مشہور کیا گیا کہ یہ بہت اہم فائل ہے، اس لئے ان پیکر کامران مرزا کے حوالے کی جا رہی ہے تاکہ وہ اسے اپنے گھر رکھیں انہیں کے چند روز بعد ہی کامران مرزا نے تپیشی کی درخواست دے دی۔ جس میں لکھا تھا کہ انہیں پانچ روز کے لئے ایک ضروری کام ہے، دوسرے شہر جانا ہے۔ کامران مرزا تو دوسرے شہر گئے، گئے اور تم نے سوچنا شروع کر دیا کہ یہاں سے فائل کیسے اڑائی جائے آخر تمہارے ذہن میں وہ منصوبہ آیا۔ یعنی تراب خان اور سلمیٰ دراب والا۔ ٹکڑے دانوں کا پیسے ہی یہی خیاں تھا کہ تم اس قسم کا کوئی معاملہ رچا کر فائل حاصل کرنے کی کوشش کر گئے۔ ان کا خیال درست نکلا اور وہی ہوا جس کا اندازہ پہلے ہی لگا لیا گیا تھا۔ تم نے یہاں ڈرامہ رچایا۔ لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ ٹکڑے دانے خود تمہارے ساتھ ڈرامہ رچا رہے ہیں اور یہ ساری سیکم تھی کامران مرزا کی۔ ان کا خیال تھا کہ اس سیکم پر عمل کرنے پر تم چوبے کی طرح پھنس جاؤ گے، لہذا تم پھنس گئے۔ دیکھو کہ یہ گھر جہاں تم اپنے خیال کے مطابق نہایت کامیابی سے ڈرامہ

کہا۔ "میں نے تمہارے لئے چھپے والے دن گیا۔ تم میرے
گھر سے گھر گئے ہو۔ تم نے ملک کو نہ جانے کتنے سال تک
نقصان پہنچایا ہے۔ اور ابھی نہ جانے کب تک پہنچاتے ہو گران
مرزا کے ذہن میں یہ ترکیب آگئی کہ مرزا نے اسی تمہارے
سامنے اور شور سے تراب خان اور سلمیٰ دراب وغیرہ کا تذکرہ شروع
کے رکھا تھا۔ وہ اس موضوع پر ہر روز تم سے باتیں کرتے۔
دوسری طرف وہ تمہیں بتاتے کہ وہ ان دونوں شمشیر بہادر خان
کی وجہ سے پریشان ہیں۔ وہ بہت خطرناک آدمی ہے۔ اور
یہ کہ انہوں نے تو اپنے بچوں تک سے کہہ رکھا ہے کہ اگر کبھی شمشیر خان
سے سامنا ہو جائے تو جس طرح وہ کہنے عمل کرتے جانا، تمہارے
ذہن میں یہ باتیں بھسادی گئیں اور تم نے اسی لائن پر ڈرامہ رچانے
کا فیصلہ کر لیا تو یہ مٹی ممکن کہانی۔"

یہ کہہ کر سیاہ پوش خاموش ہو گیا۔ تراب خان سوچ میں ڈوبا
رہا پھر اس نے سر اوپر اٹھایا اور بولا۔

"لیکن اب تک تم نے یہ نہیں بتایا کہ تم کون ہو۔"

"ہاں! اب اس کا وقت نہیں آچکا ہے۔ اب میں تمہیں یہ
بتا سکتا ہوں کہ میں کون ہوں، پھر باقی لوگوں کو تمہارا اصل چہرہ
بھی تو دکھانا ہے۔"

"اصل چہرہ۔" آفتاب اور آصف کے منہ سے ایک ساتھ نکلا

"ہاں! یہاں یہ تراب خان بن کر آیا تھا۔ اس کا دوسرا
روپ غیر ملکی جاسوسی کا ہے لیکن اس کا اصل چہرہ تو وہ ہے جو ہمارے

سامنے ہر وقت موجود رہتا ہے اور یہی چہرہ آپ سب کے سامنے
آگا۔ مگر میں پہلے اپنے ساتھیوں کو تو آواز دے لوں۔
ساتھیوں کو۔" شہنشاہ بیگم نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! میں تنہا نہیں آیا تھا۔ میرے ساتھ کچھ دوسرے
لوگ بھی گئے تھے، تاکہ وہ بھی اپنی آنکھوں سے اس ڈرامے کو
دیکھ لیں اور کانوں سے سن لیں۔ دراصل ہم شروع سے یہاں
موجود رہے ہیں اور ان لوگوں کی ایک ایک حرکت نوٹ کرتے
رہے ہیں۔"

"اوہ! آخر آپ کہاں چھپے ہو۔ اے تھے اور چیت پر کیے پہنچ
گئے تھے۔" آصف نے پوچھا۔

"ہم شیخ صاحب کے گھر میں داخل ہو کر ان کی چیت پر آئے
تھے اور یہ منڈیروں پر سے تمام مناظر دیکھتے رہے تھے۔"
اوہ! وہ ہونچکا رہ گئے۔

"ہاں تو۔ اب آپ لوگ بھی نیچے آجائیے۔ اس ڈرامے
کا آخری سین باقی ہے۔ وہ آپ لوگ نیچے آکر ہی دیکھیں تو
بہتر رہے گا۔" سیاہ پوش نے منہ اوپر کر کے کہا۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی سیڑھیاں تھموں کی آوازوں سے
گونج اٹھیں۔ دوسرے ہی لمحے ان کے سامنے چھ سات آنکھیں
کھڑے تھے۔ آفتاب اور آصف نے دیکھا، ان میں آئی
جی اور ڈی آئی جی صاحبان بھی تھے۔ جنہیں وہ بولی پہچانتے تھے
اور وہ انہیں۔

۱۔ سلام علیکم — دونوں کے منہ سے نکلا۔

۲۔ علیکم سلام — بھی بہت خوب آج ہم تم دونوں کو مان گئے — جس وقت تم نے فائل دینے سے انکار کیا اور سیاہ پوش نے دس ٹک گئے تو ہمارا خیال تھا کہ تم فوراً قاتل پھینک دو گے لیکن آفرین ہے تم پر — تم جان دینے پر تو تیار ہو گئے لیکن فائل نہ دی — اگر میرے حکم میں سب بچے تم جیسے بہادر اور دلیر ہو جائیں تو دشمن آکھ اٹھا کر ذبح کرنے کی بھی جرأت نہ کرنے — خیر — آج تم نے ان غیر ملکی جاسوسوں کو خوب سبوتاہ دیا ہے — تمہارا یہ کارنامہ سبھی لفظوں سے کہے جانے کے قابل ہے۔

۳۔ مگر جناب! یہ کارنامہ تو انہوں نے انجام دیا ہے۔ آصف نے شرمناک سیاہ پوش کی طرف اشارہ کیا۔

۴۔ ہاں! یہ ٹھیک ہے — مگر تم بھی اس کامیابی میں برابر کے حصے دار ہو — اور ہاں — اس جملے میں کیا بات تھی — جس نے تمہیں قاتل دینے پر مجبور کر دیا — ڈی آئی جی صاحب نے پوچھا۔

۵۔ آفتاب یار مجھے میرے ابا جان کے سوا کوئی نہیں کہتا۔

یہ بات آصف اور امانی جان کو بھی اچھی طرح معلوم ہے جب ابا جان موڑ دیں ہوتے ہیں تو مجھے آفتاب یار ہی کہتے ہیں، لہذا جب ان کے منہ سے یہ نکلا تو ہم فوراً سمجھ گئے کہ یہ تو ابا جان ہیں۔

۶۔ ابا جان! تراب خان کے منہ سے — حیرت زدہ انداز میں نکلا۔

۷۔ ابا جان! میرے ابا جان ہیں — کامران مرزا۔

۸۔ اوہ! تراب خان کے منہ سے نکلا اور وہ خوفزدہ انداز میں زکھرا کو دیکھتا ہوا نکلا۔ انسپکٹر کامران مرزا کالے کپڑوں کو اتار رہے تھے۔

۹۔ بہت دیر ان کپڑوں میں رہ لیا — مارے گرمی کے میرا تو دم گھٹل جا رہا ہے — مگر کیا کرتا، اس ڈرامے کو انجام تک پہنچانے کے لئے یہ لباس ضروری تھا۔ وہ کہہ رہے تھے۔

۱۰۔ اور انکی — ابھی آپ اس کا چہرہ بھی تو دکھائیں گے۔ آصف بولا۔

۱۱۔ تو ابھی تم مجھے نہیں کہہ کر یہ کون ہے۔

۱۲۔ جی نہیں — ہمارے تو فرشتوں کو بھی ابھی خبر نہیں ہوئی۔ تو سنو — یہ فاروقی ہے — آج رات بھی تو مجھ سے ملنے آیا تھا۔

۱۳۔ کیا — وہ اچھل پڑے۔ ان کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔

۱۴۔ ہاں! اور آج رات مجھ سے ملنے کا مقصد بھی اتنا ہی جلدوں ایک تو یہ اطمینان کرنا چاہتا تھا کہ کئی میں واقعہ گھر میں موجود نہیں ہوا۔ دوسرے سلمیٰ کو بھی تو گھر کے اندر پہنچانا تھا۔

۱۵۔ اوہ! اس نے دروازہ کھولا، ادھر اس نے پوچھا۔ انسپکٹر صاحب گھر میں، یہ کہتے ہوئے یہ بھی صحن میں چند قدم تک آگیا۔ تم دروازہ بند کرنے لگے تو یہ بولا۔ نہیں — اگر انسپکٹر صاحب نہیں ہیں تو بیٹھ کر کیا کروں گا۔ بس چلتا ہوں۔ پھر اس نے دو تین

اور ہر اصرار کی باتیں کیں اور واپسی کے لئے چل پڑا۔ اس دوران
 سنگھ نے اندر داخل ہو چکی تھی۔ اسے پہلے ہی بتایا جا چکا تھا کہ
 دروازے کے ساتھ والے کمرے میں جا کر دیکھنا ہے۔
 ”اف اللہ۔ کس قدر مشکل سیکم معنی۔“ آصف کے منہ

سے نکلا۔
 ”جناب ناروتی۔ اب اس میکپ کی کوئی فرزش نہیں جو تم نے
 چہرے پر چڑھا رکھی ہے۔ اور جس نے تمہیں تیرا بخت
 بنا دیا ہے۔“

یہ کہتے ہوئے انہوں نے منہ سے سیٹی کی آواز نکالی اور چپت
 کی طرف سے ہی پولیس کی اہلیک پوری پارٹی نیچے اترتی نظر آئی
 ”ان سب کو گرفتار کر لو۔ اور اس شخص نے چہرے پر
 جو میکپ چڑھا رکھی ہے، اُسے اتار دو۔“
 میکپ کے اترتے ہی انہوں نے دیکھا۔ ناروتی ان کے
 سامنے کھڑا تھا۔

”خس کم جہاں پاک؟ آفتاب نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا۔
 ”اور اب اس فائل کو بھی اپنے ساتھ ہی لے جانا۔ یہ
 پھانسی کے تختے پر اور پھر قبر میں تمہارا لے لام آئے گی، زندگی
 میں تو یہ تمہیں کوئی فائدہ پہنچا نہیں سکی۔“ آفتاب بولا۔
 ”بڑی بات ہے بیٹا۔ بڑوں کا مذاق نہیں اٹایا کرتے
 “ کامران مرزا نے کہا اور وہ۔ ”جے ساختہ انداز میں
 منہ پڑے۔

”ہتھکڑیوں کے جوڑ لے ملک کے دشمنوں کی طرف بڑھ رہے۔“

بچوں کے لیے جاسوسی اور سنسنی خیز ناولوں کا سلسلہ

پراسرار واقعات

استیاد احمد

۲۰ روپے

ناگ راجہ

صفدر شاہین

۲۵ روپے

موت کا کھیل

استیاد احمد

۳۰ روپے

خزانے کا راز

امان اللہ حسین شوکت

۵۰ روپے

جنگل میں پتھر

استیاد احمد

۳۰ روپے

سرکشی لاش

یونس ادیب

۳۰ روپے

نخون کی لکیر

استیاد احمد

۳۰ روپے

سفید ناگ

صفدر شاہین

۳۰ روپے

موت کا خوف

استیاد احمد

۳۰ روپے

شیو ناگ

صفدر شاہین

۳۰ روپے

راہت کا ہنگامہ

استیاد احمد

۳۰ روپے

برہنہ فروش کی قیدیں

صفدر شاہین

۳۰ روپے

مکتبہ باغ و بہار
۲۱- مین بازار
اکبر شاہ نگر لاہور
اسلام پورہ